

رجسٹرڈ نمبر ۱۷۷

# معارف

مجلد و المصنفین کا، ایک اعلیٰ و عالیٰ رسالہ  
جس میں اہل ایمان کا ہر دور کی رسالہ

مربہ

سید سلیمان ندوی

قیمت چار روپیہ سالانہ مع محصول

مطبوعہ معارف میں چھپکرو المصنفین اعظم کتب خانہ شہید ہوا



# کتاب خانہ دار المصنفین

## دائرة المعارف

یعنی

رسالہ معارف دار المصنفین عظم گڑھ کی کامل جلد

سوم

از رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ تا رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

جنوری ۱۹۱۹ء مطابق

از جولائی ۱۹۱۸ء تا جون ۱۹۱۹ء

ترتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت چار روپے

باہتمام مولوی مسعود علی حقان ندوی

مطبع معارف عظم گڑھ میں چھپکر

دار المصنفین عظم گڑھ شائع ہوا

بوسے گل، مولانا کی فارسی غزلوں کا مجموعہ	علا شہبلی نعمانی
تفسیرہ امرت سر، امرتسر کے جوش و خروش میں مولانا نے	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قسم اول جلد صید غیر مجلد
بوفاری تفسیرہ ہر عاتق طبع نگار کی اعلیٰ	قسم دوم جلد صید
مجموعہ کلام شہبلی، اردو	سوانح مولانا اردو
شعری سیرت امید، اردو	الوہالی
رسالہ شہبلی، اردو غزلوں کی مضامین کا مجموعہ	الفاروق، حضرت فاروق عظمیٰ کی لائف اور خطاط حکومت
نوحہ اسحاق، مولانا کا پنجابی کی وفات پر درد و مرثیہ	الکلام، ہدیہ علم کلام، طبع اعلیٰ و اول
مولانا حمید الدین صاحب	الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ
اقسام القرآن، خدو قرآن میں کما حقہ کما حقہ	الماسون، خلیفہ مامون رشید عباسی کے حالات
تفسیر سورہ تحریم، جدید لکچر بنی قرآن میں کی تفسیر	سیرۃ النعمان، امام عظمیٰ کی لائف اور خطاط اجتہاد
تفسیر سورہ قیامہ	شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری
تفسیر سورہ التمس	کا آغا قدام، کا دور
تفسیر سورہ الکافرون	حصہ دوم، شراب و عہد متوسط
تفسیر سورہ العصر	حصہ سوم، شراب و شاعرین
اسباق النجوم، جدید لکچر بنی قرآن میں	حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو
دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان	حصہ پنجم، قسم اول، قسم دوم
خردنامہ، نظم و فلسفہ، بنی قرآن میں مثال سلیمان کا ترجمہ	مقالات شہبلی، اردو علمی و تاریخی مضامین کا مجموعہ
مولانا سید سلیمان ندوی	الاتحاد علی التہدین اسلامی، جوبہ زبان کے
ارض القرآن، جلد اول قرآن مجید کے مقامات کا جغرافیہ	نہن اسلامی پر بنی قرآن پر ریویو
اقوام قرآن میں عابد، شہر و جرم، سب، اصحاب فیل کی تاریخ	مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر
نقشہ مقامات عرب، قیمت	اعترافات اور ان کے جوابات
ارض القرآن جلد دوم، فارسی میں سورن کی تاریخ اور عرب	مکاتیب شہبلی، مولانا کے خط و خط کا مجموعہ عربی و فارسی
کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث	اولیٰ خدائی مقامات کا خزانہ جلد دوم
قیمت	دیوان شہبلی، مولانا کے فارسی قصائد کا مجموعہ
	دستہ گل، مولانا کی فارسی غزلوں کا مجموعہ



# فہرست مضمون نگاران معارف جلد سوم

بابت ۳۳۶-۳۳۷ مطابقت ۱۸-۱۹

- | اسماء گرامی   | (بہ ترتیب اعداد و معارف) | رموز الاسماء |
|---|--------------------------|--------------|
| (۱) مولانا سید سلیمان صاحب ندوی                                 | ص ۱۰۲-۱۰۳                | س            |
| (۲) مولانا عبد السلام صاحب ندوی                                 | ص ۱۰۴-۱۰۵                | ع            |
| (۳) مولانا حافظ اسلم صاحب جیراچپوری                             | ص ۱۰۶-۱۰۷                | ج            |
| (۴) مولوی سید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین                     | ص ۱۰۸-۱۰۹                | ی            |
| (۵) مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی رفیق دار المصنفین                | ص ۱۱۰-۱۱۱                | ت            |
| (۶) مولوی عبدالرزاق ندوی المصری لکھنؤ                           | ص ۱۱۲-۱۱۳                | ق            |
| (۷) مولوی سید نواب علی ایم اسے پروفیسر برودہ کالج               | ص ۱۱۵                    | ن            |
| (۸) مولوی ابوالاعلیٰ مودودی دہلوی                               | ص ۱۱۶                    | ا            |
| (۹) ڈاکٹر صادق علی صاحب کپورتھلہ                                | ص ۱۱۷-۱۱۸                | ص            |
| (۱۰) پروفیسر عبد الباقی ندوی دکن کالج پونہ                      | ص ۱۱۹                    | ب            |
| (۱۱) مولوی محبوب الرحمن کلیم بی اسے وکیل اعظم گڑھ               | ص ۱۲۰                    | م            |
| (۱۲) مولوی عبدالمجید بی اسے ایم آر اسے ایس ایم اسے ایس          | ص ۱۲۱                    | ز            |
| (۱۳) مفتی محمد رشید الدین صدیقی بی اسے ال ال بی حیدر آباد دکن   | ص ۱۲۲                    | ر            |
| (۱۴) جناب مولانا ابوالکلام آزاد سابق اڈیٹر البلال والبلاغ کلکتہ | ص ۱۲۳-۱۲۴                | ک            |
| (۱۵) جناب مہدی حسن صاحب افادی الاقتصادی                         | ص ۱۲۵                    | ح            |
| (۱۶) جناب ظفر حسین خاں صاحب گورنمنٹ ٹریننگ کالج لکھنؤ           | ص ۱۲۶                    | ظ            |



## فہرست شعراے معارف جلد سوم

بہ ترتیب اعداد معارف

- ۱- خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر آلہ آبادی،
- ۲- مولانا سید سلیمان صاحب ندوی،
- ۳- جناب سجاد انصاری بی۔ اے، ال، ال بی بارہنگی،
- ۴- مولوی نیاز فتحپوری،
- ۵- مولوی شائق احمد عثمانی مولف تفسیر القرآن،
- ۶- مولوی سید ولی الحق ایم آر، اے، اے، سابق انسپکٹر مدارس بہار،
- ۷- مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جیراچوری،
- ۸- نواب حسام الملک سید محمد علی حسن خان طاہر (جھوپال)،
- ۹- مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی تیر،
- ۱۰- جناب شوکت علیخان صاحب فانی بی۔ اے، ال، ال بی بدایون،
- ۱۱- مولانا عبد السلام صاحب ندوی،
- ۱۲- مولوی حامد حسن صاحب قادری پکیر الہی ایڈیٹر حمید کاپور،
- ۱۳- مولانا حبیب الرحمن خان صاحب حسرت شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ،
- ۱۴- مولوی محمد احسن اللہ خان صاحب ثاقب پروفیسر فارسی و عربی و کتوریا کالج گوالیار،
- ۱۵- جناب مرزا ثاقب صاحب قزلباش لکھنؤی،
- ۱۶- جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنؤی،
- ۱۷- مولوی عبد المجید صاحب ایم، اے، ال، ال بی ہڈیا سٹر اسلامیہ ہائی اسکول لکھنؤ،

(۱۸) مولوی سید حسن مرتضیٰ صاحب نقی مولانا آزاد جانی شیخ جامعہ اسلامیہ کراچی (۲۰) جناب گرامی شاعر خاص حضور نظام

## فہرست مضامین رسالہ

(۱) تذرات

- |                                |         |   |
|--------------------------------|---------|---|
| طبع سیرۃ نبوی، س               | ۲-۳     | ایک قدیم مظلوم فقہ، س، ۲۸۳ -                |
| مبادی علم انسانی، س            | ۳ -     | وفات مولانا عبد اللہ خان پوری، س، ۷۷ -      |
| مجلس علماء مدراس و بہار، س     | ۵۸-۵۹   | کانگریس و کانفرنس مسلم لیگ، س، ۳۳۸-۳۳۹      |
| سیرۃ جلد دوم، س                | ۱۱۴ -   | اردو کانفرنس، س، ۳۴۰ -                      |
| سیرۃ ادیبان صاحبہ جھوپال، س    | ۱۱۴-۱۱۵ | مدارس عربیہ ضلع اعظم گڑھ، س، ۳۹۴-۳۹۵        |
| مولوی ابوالحسنات ندوی، س       | ۱۱۵ -   | رسالہ معارف کی جدید یکم، س، ۳۹۵-۳۹۶         |
| ارض القرآن جلد دوم، س          | ۱۱۶ -   | سیرۃ کو حضور نظام کا عطیہ، س، ۴۵۰ -         |
| دیوان غالب کا ایک قدیم نسخہ، س | ۱۱۶ -   | جامع الادویہ لابن بیطار، س، ۱۱۶ -           |
| سیرۃ اور حضور نظام، س          | ۱۶۰ -   | ترجمہ سیرۃ کا خیال، س، ۴۵۱ -                |
| شعر انجم جلد پنجم، س           | ۱۶۰ -   | گرہ نامہ کا مصنف، س، ۱۶۰ -                  |
| جامعہ عثمانیہ - س              | ۱۶۰ -   | کتبخانہ اسکندریہ کے انگریزی ترجمہ، د، ۵۰۶ - |
| وفات نواب اسحاق خان، ع         | ۲۲۶ -   | محققین بنگال، د، ۵۰۶ -                      |
| وفات ڈاکٹر عبد الرحمن، ع       | ۲۲۶ -   | اردو دارالاشاعت کی ضرورت، د، ۵۰۶-۵۰۸        |
| خاتمہ جنگ، ع                   | ۲۸۲ -   | کتب منطق اردو میں، د، ۵۰۸ -                 |
| مجلس ملکی، س                   | ۲۸۲ -   | منظر المضامین، د، ۵۰۹-۵۱۰                   |
| تحقیق لفظ انفلوئنزا، س         | ۲۸۲ -   | مطالعہ انگلستان پر جنگ اثر، د، ۵۴۲ -        |



## (۲) مقالات

۵۴۳-۵۴۲	آفتاب کی عمر، د
۵۴۳-	انگلستان کا تعلیمی بجٹ، د
۵۴۴-	چند علمی انجمنیں، د
۵۴۵-۵۴۴	میوزک کانفرنس، د
۵۴۵-	ایک متبول ناولٹ، د
۵۴۶-	پیرس اکاڈمی کے علمی مخالف، د
۵۴۶-	ریسرچ انسٹیٹیوٹ پونہ، د
۵۴۶-	برودہ کا تعلیمی خرچ، د
۵۴۶-	وفات سرولیم کردکس ماہر کیمیا، د
۵۴۶-	وفات ڈاکٹر پال کارس، د
۵۴۶-	ایک بنگالی کورائل سوسائٹی کا علمی فیفہ، د
۵۴۶-	ہندوستان کا قابل فخر ریاضی دان رابنجن، د
۵۴۶-	انجمن ترقی اردو اور بقا، اردو کی عدم کوشش، د
۵۴۶-	درنا کیولرسا متھنگک سوسائٹی الہ آباد، د
۵۴۶-	یونی ہٹاریکل سوسائٹی، د
۵۴۶-	جسٹس سید کرامت حسین مرحوم کی تصنیف المرأة، د
۵۴۶-	سرپی سی رائے، د
۵۴۶-	ہندی کانفرنس کے جلسے، د
۵۴۶-	رڈیارڈ کیلنگ کی قدر شناسی، د
۵۴۶-	معارف کے جدید تغیرات، س

ہندوؤں کی علمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

۱۲۶-۱۱۶، ۴۵-۴۰، ۱۶-۴

## (۵) تقریظ والا انتقاد

۳۸۹-۳۸۸	اساس التعلیم، د
۳۹۶-۳۹۲	گلگت - ت
۳۹۲-۳۹۱	عفت المسلمات، س
۳۹۶-۳۹۵	فلسفہ لیبان، ع
۳۹۶-۳۹۵	تقویت دماغ، ر
۳۹۶-۳۹۵	فرق اسلامیہ کے نشوونما کے اسباب، ع
۳۹۶-۳۹۵	باب الترتیبہ والتعلیم
۳۹۶-۳۹۵	تاریخ سمان التعلیم عربی، ع
۳۹۶-۳۹۵	اصول تعلیم، ظ
۳۹۶-۳۹۵	باب الامر اسئلہ والمناظرہ
۳۹۶-۳۹۵	ایک آیت کی تفسیر، ص
۳۹۶-۳۹۵	سیرہ یوسف کے ایک واقعہ کی تفسیر، ص
۳۹۶-۳۹۵	ک
۳۹۶-۳۹۵	آثار علمیہ ادبیہ
۳۹۶-۳۹۵	نامہ حالی،
۳۹۶-۳۹۵	نامہ شبلی،
۳۹۶-۳۹۵	نامہ پارسی مولانا محمد فاروق صاحب، ص
۳۹۶-۳۹۵	خطوط سرسید

قرآن مجید میں بائبل کے حوالے، ص

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

۳۹۶-۳۹۵

## (۳) مسائل و فتاویٰ

## (۴) اخبار و سیر

محبوب الارث، ج ۲، ۲۵-۱۰۲، ۱۰۶-۱۰۵

۱۰۶-۱۰۵

۱۰۶-۱۰۵

۱۰۶-۱۰۵

۱۰۶-۱۰۵



## (۹) ادبیات

فریاد کبر	۵۴ - ۴۷۶	سخن جیب، حسرت شروانی، ۴۹۸ - ۴۱۱ -
درس مساوات، س	۱۰۹ - ۱۰۸	سپاس یزدان، احسن اللغات، ۴۹۹ - ۵۰۰
یاد حسرت، سجاد انصاری	۱۱۰ - ۱۰۹	غزل کمر زان قلوب، ۵۰۱ - ۵۵۸ - ۴۷۸
عرض نیاز،	۱۱۰	مساوات فاروقی، حاد حق دری، ۵۵۸ - ۵۵۶
سوز بیان، مولوی شائق احمد،	- //	غزل گرامی، ۴۱۱ - ۴۱۲
کلام شبلی،	۱۴۴	غزل آزاد سبحانی، ۴۱۲ -
غزل سالک دہلوی	//	رباعیات وحید، ۴۴۸ - ۴۴۶
رباعیات دلی،	۲۲۱ - ۲۱۹	سیرۃ فاروقی، شفق عماد پوری، ۴۴۹ -
مساوات پندی، اسلم جیراچوری	۲۶۶ -	غزل نیر، ۵۵۴ - ۵۵۶ - ۴۶۰
غزل طاہر	۲۶۸ -	(۱۰) مطبوعات جدیدہ
تلبیت، اسلم جیراچوری	۳۳۶ -	اساس تعلیم، ۵۵ -
سلف و خلف، نیر،	۳۳۵ -	مجموعہ کلام شبلی، - //
نواب پریشان،	۳۳۴ -	اصحاب دائرہ کرام، ۵۴ - //
کلام فانی، ۳۹۰ - ۳۹۱، ۴۴۴ - ۵۰۱،	- //	چند از صد ہزار چند، ۵۴ -
ولایت مرحوم، سجاد انصاری، ۴۴۳ - ۴۴۴	- //	مرشد، دہلی - //
غزل ندوی، ۴۴۵ - ۵۵۴	- //	ثمرۃ الادب، حیدر آباد - //
گلکدہ عزیز، ۴۴۵ - ۴۱۳ - ۴۱۲	- //	اہل السنۃ والجماعۃ - //
	- //	خلافت محمدیہ - ۱۱۱
	- //	تہذیب القواعد، - //

انقلاب پورپ،	۱۱۲ - ۱۱۱	دردیش جنستری، ۲۸۰ -
صبح زندگی،	۱۱۲ -	طریق تسمیہ، ۳۹۲ -
شام زندگی،	//	لالی اکرم، - //
انتخاب کلام میر	۱۴۶ -	بگمات جھوپال، ۴۴۶ -
جواہر خسروی	۱۴۸ - //	خطبات غربیہ، - //
نوائے سروش	۱۴۸ -	جوہر قدماست، ۴۴۸ -
خیالات عزیز،	۲۲۲ -	گلزار بادشاہ، - //
نصائح چانکیہ،	//	اُردو لٹریچر کی ترقی، - //
المعجزہ،	//	قوم، دہلی، ۵۰۲ - ۵۰۳
صبح امید، لکھنؤ، ۲۲۲ - ۲۲۳، ۵۰۲ - ۵۰۳	- //	اعجاز القرآن، ۵۰۳ -
کمکشان، لاہور	۲۲۳ - ۲۲۴	اسوہ حسنہ، دہلی، //
شعلہ، حیدر آباد	۲۲۴ -	زمانہ، کانپور، //
ہدایت الاسلام، دہلی،	۲۲۴ -	انضامیہ، لکھنؤ، ۵۰۴ -
منلیہ گزٹ، لاہور،	//	محقق، دہلی، - //
ہشت بہشت،	۲۶۹ -	ادوا عطا، حیدر آباد، ۵۰۴ -
پریم پیکسی،	- //	محزون، لاہور، //
طریق دو تہندی	- //	انقلاب دہلی، ۵۵۵ -
خیالات بقیل،	۲۸۰ - //	مسلمانان اندلس، ۵۵۹ -
درد دل،	۲۸۰ -	نناج بہشت، ۵۵۹ - ۵۶۰







## نشست

دسمبر کے قومی ہنگامے ایک ایک کر کے ختم ہو گئے، کانگریس سے لیکر اردو پریس کانفرنس تک ہر ایک مجلس کی روداد عمل ہر شخص کے سامنے آگئی، اس سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم نے بولنا تو بیکھ دیا ہے، آہستہ آہستہ زبانوں سے منتقل ہو کر ایک دن ہاتھوں تک قوت پہنچ جائیگی، لیکن دعا کیجئے کہ یہ قوت باہم دست و گریبان ہونے میں نہیں بلکہ دامن مقصود کے چھونے میں صرف ہو،

اللہ اکبر! چند سالوں میں کتنا تفاوت ہو گیا، کانگریس میں ایک مدت سے دو فریق ہو گئے ہیں، ارباب اعتدال (ماڈریٹ) اور ارباب استعجال (ایکسٹریٹ) سورت کانگریس میں جب یہ دونوں فریق باہم ہینکلر لگ ہو گئے تو استعجالیوں کو کانگریس کے احاطہ سے نکل جانا پڑا، اور اعتدالی چہ برس تک کانگریس کے تحت پر بلا شرکت غیرے مالک رہے، لکھنؤ کی کانگریس نے پھڑون کو پھر ملایا، لیکن اس میل ملاپ پر دو برس بھی گزرنے پائے کہ دلی کی کانگریس نے پھر نزع قائم کر دی، لیکن زمانہ کا انقلاب دیکھو کہ اب استعجالی کانگریس کی عنان حکومت کے مالک ہیں اور اعتدالیوں کو کانگریس کے احاطہ سے باہر نکل جانا پڑا، تلخ آلا یا ہند اولہا بین الناس،

مسلم لیگ نے اپنے بارہ برس کی تاریخ میں سب سے پہلی بار اپنے نمایان شان وجود کا ثبوت دیا، یہ ہے کہ دلی کے زیر خاک زندوں کی ہندوستان کے مددے زمین کے مردوں نے آبرورکھ لی، آنرہیل فضل حق اور ڈاکٹر انصاری نے صدارت کے خطے نہیں پڑے بلکہ ایک

ہندوستان کا دل اور دوسرے نے اسلام کا جگر دنیا کے سامنے رکھ دیا

شدقت آن دیدہ چو دل غرق خون کنم خون ناپہ گره شدہ از دل برون کنم  
آن غصہ کہ پیش خوردم کنون خورم دان نالہ کہ پیش نکردم کنون کنم  
گویند غافلان کہ رہ صبر اختیار کنم چون اختیار در کف من نیست چون کنم



دلی کی مسلم لیگ بھی نزاع باہمی سے پاک نہیں رہی، لیکن لیگ اور کانگریس کی نزاعوں میں ایک دقیق فرق ہے، کانگریس میں مایہ اختلاف رفتار کی تیزی اور سستی ہے، اور لیگ میں نفس رفتار کا عدم یا وجود!



یادش بخیر! ایجوکیشنل کانفرنس تو اس سال بچکر سورت نکل گئی، دکن کی بجلی صرف مسلم لیگ کے آکر گری، اسکے اجلاس میں علمائے کرام بھی تشریف فرما تھے، ایک گوشہ سے آواز آئی! یارب تو نگہ دار دلِ خلوتیان را کان منچہ مست است در صومعہ بانہست

معاصر لکھنؤ کی روایت ہے کہ ان چند لہجوں میں ارباب دق و تسبیح دعائے رد بلا، کی قرارت میں مصروف



ایجوکیشنل کانفرنس نے کلکتہ کے تجربہ کے بعد یہ طے کر لیا کہ تعلیم اور سیاست ایک ساتھ نہیں جمع ہو سکتیں، چنانچہ لیگ دلی آئی تو کانفرنس پرے ہنکر سورت چلی گئی، کانفرنس کا یہ اجلاس متعدد حیثیتوں سے کامیاب رہا، چودہ ہزار روپیہ کانفرنس کو وظائف کے لئے ملا، ایک دارالاقامہ کے لئے ۵۰ ہزار کا چنہ ہوا، دارالاقامہ تعمیر ہونے تک ایک باہست اپنی عالی شان عمارت طلبہ کے رہنے کے لئے دیدی،



دو برس کے بعد اردو کا نفرنس کا اجلاس دلی میں ہوا، تقریریں پڑھیں، تجویزیں دیکھیں، متاعہ کی غزلیں سنیں، لیکن یہ نظر نہ آیا کہ دیہاتوں سے تحصیل اسکون سے، کچھ بون سے ڈاکنوں سے جس اردو کو شہر بدر کیا جا رہا ہے، اور مسلمان طلبہ اور معاملہ داروں کو ہندی قبل کرنے پر مختلف تدبیروں اور جیلوں سے مجبور کیا جا رہا ہے اسکی روک کی کیا صورت ہے؟ اس دفعہ وقت کی تنگی کے باعث صرف ڈھانچ کھرا کر دیا گیا ہے امید ہے کہ آئندہ کچھ ہو رہے گا، حکیم ناصر الدین صاحب ابن شفاء الملک مرحوم دہلوی کی میحائی اس ڈھانچ میں شاید روح چھوٹ کر

۱۹ء میں دارالمصنفین کی طرف سے حسب ذیل کتابیں شائع ہوئی، سیرۃ عمر بن عبد العزیز از مولانا عبدالسلام ندوی، روح الاجتماع، لیسان، از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی مکالمات از مسٹر عبدالمجیدی، اے، سیرۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، از سید سلیمان ندوی،

سیرۃ نبوی جلد ثانی کی کتابت ۱۰۰ صفحہ تک ہو چکی، کاغذ کے لئے اہتمام کیا جا رہا ہے، کوشش ہوگی کہ سال کے اندر اندر یہ حصہ چھپ کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے، ولا مریب اللہ

## مقالہ

### نظر بندانِ اسلام

بتقریب ربانی سید الاحرار سید فضل الحسن حسرت موہانی

تا چند بزرگ خرد بند تو ان بود

سرستی و آشوب جنون چند تو ان بود

دنیا چار برس کی عالمگیر جنگ سے گھبرا اٹھی، لیکن بغور دیکھو تو نظر آئیگا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک مسلسل اور غیر منقطع سلسلہ جنگ میں مبتلا ہے، صبح اور شام، دن اور رات، چاندنی اور اندھیری، بہار اور خزان، جاڑا اور گرمی یہ کیا ہیں؟ اس رزمگاہ عالم کے نبرد آزما حریف ہیں!

ہوا اور مٹی، آگ اور پانی دریا اور پہاڑ، زمین اور آسمان کیا ہیں؟ عناصر کی باہمی جنگ کے مظاہرین بلکہ یہ ساری کائنات انہیں عناصر کی فتح و شکست کے نتائج ہیں،

جمادات اور نباتات، نباتات اور حیوانات، حیوانات اور انسان غور کرو کیا ان میں موت و حیات کی کشمکش کے لئے ایک دائمی جنگ برپا نہیں ہے، آگے بڑھو شرف المخلوقات کی دنیا میں آؤ، یہاں قوت سے قوت، جماعت سے جماعت، قوم سے قوم دست و گریبان ہے،

غرض کائنات سرتاسر جنگ، صلح، اور شکست ہے!!

لیکن سب سے تعجب خیز، سب سے حیرت انگیز، اور سب سے زیادہ تجریر افزا وہ جنگ اور صلح ہے جو اس عالم مادی سے ماوراء روحانیات کے عالم میں برپا ہے، صدق اور کذب، حق اور باطل، صواب اور خطا میں دنیا جسے قائم ہے، ایک غیر فانی نزاع قائم ہے،



لیکن یہ تعجب، یہ حیرت، اور یہ استعجاب اسوقت اور زیادہ ہو جاتا ہے، جب کمزوری، قوت، شخص، جماعت سے، جماعت قوم سے، اور قوم دنیا سے لڑنے کو آمادہ ہو جاتی ہے، ذرہ پنہاڑ کو، قطرہ سمندر کو، اور چیونٹی سلیمان کو اعلان جنگ دیتی ہے، اور صرف ایک حق اور صداقت کی قوت کو اپنے دست و بازو کا سہارا جانتی ہے،

کھن سال دنیا کے سوانح زندگی کا جتنا تحریری سرمایہ اسوقت موجود ہے، اسکے اکثر اوراق، ہنہ خونین داستانوں سے رنگین ہیں، اسوقت کرہ زمین کی ہر قوم سرتاپا آواز ہے کہ اس ضخیم کتاب میں سے میری زندگی کا باب نکال کر پڑھو، لیکن سامان عبرت جواب دیتا ہے کہ مجھ کو دنیا کی صرف آخری قوم کی تاریخ کا جائزہ لینا ہے،

اس قوم کی تاریخ میں وہ شہدائے ملت بھی ہیں جنھوں نے میدان حق میں لڑ کر جانیں دیں، وہ بھی ہیں جنگی گردین تلواروں کا امتحان گاہ بنیں، وہ بھی ہیں جنکے سرسولی پر ٹھکائے گئے، وہ بھی ہیں جنکے پہلو میں نیزے چھوے گئے، وہ بھی ہیں، جنگی زبانیں حلقوں کے جرم میں تالو سے کہنچ لی گئیں، وہ بھی ہیں جنکا ایک ایک عضو کا ٹکڑا لگ کر دیا گیا،

پھران میں ایسے اس پسند تیغ زنون کی بھی کی ہیں جنکے جو پڑوں کی ناتوان آواز برق و صاعقہ بن کر محلوں اور ایوانوں کو ہلا آئی، جنکے ہاتھوں کی ایک کمزور جنبش نے بھی قبائے حکومت کے تار تار الگ کر دیئے، جنکے چٹم دابر کے ایک اشارہ نے انکے جاہ و جلال کے اوراق پارہ پارہ کر دیئے لیکن اسوقت انکی یاد تازہ کرنا ہے جنکے کارنامے خونین اوراق میں ہنہ بلکہ خانہ ویرانی کی گرد باد اور حلقہ سے زنجیر کے شور میں الفاظ بکھر سائی دیتے ہیں کہ اب یہی درس عبرت مستقبل کی درس گاہ میں ہر کو بار بار دہرانا ہے،

درس اسلام کی سب سے پہلی کتاب لاؤ اور وہ باب کو جو جبکہ عنوان احسن لقصص ہے،

قرآن پاک کی ہر تفصیل، اور حکایت، حیات انسانی کے مختلف مدارج کے اسباق ہیں، سورہ یوسف ہمارے سامنے اس نمونہ کو پیش کرتا ہے، جب داعی حق طوق و زنجیر سے گرا بنا رہا ہے کہ گوشہ زندان میں پاتا ہے، پیر کنگان کا ”نور العین“ مصر کے قید خانہ میں سر بزاؤ ہے، یاران زندانی حلقہ مغل ہیں، معصوم قیدی اس چار دیواری کے اندر بھی اپنے کاروبار سے غافل نہیں، کیونکہ اسکو جو کام کرنا ہے اسکے لئے صرف انسانوں کا مجمع درکار ہے، محدود و نامحدود و رقبہ زمین نہیں، وہ گویا ہے،

ذٰلِكَمَآ مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّيْ ط تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ  
لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ  
كَافِرُوْنَ ه وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ  
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَا اَنْ  
نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ  
اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ  
لَا يَشْكُرُوْنَ ه يٰصَاحِبِي السَّجْنَآءُ رَبَّابُكَ  
مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ه مَا  
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ  
لَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ اُكْفِرُوا بِاللّٰهِ ط اَمْرًا اَلَا  
تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ  
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ،

یہ وہ چیز ہے جسکی تعلیم میرے پروردگار نے مجھے دی ہے  
میں نے اس قوم کا مذہب چھوڑ دیا جو جسکا اللہ پر ایمان نہیں  
اور جو دوبارہ زندگی سے منکر ہو اور اپنے باپ دادوں  
ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کا پیرو ہو، ہمارے  
سزاوار نہیں کہ ہم خدا کا کسی شریک بنائیں، یہ خدا کا ہم پر  
اور لوگوں پر احسان پر ہے، لیکن اکثر لوگ اسکے شکر گند نہیں  
اور یاران زندان! کیا چند الگ الگ خدا اچھے ہیں یا ایک  
وہاں جلال خدا، اسکو چھوڑ کر تم ان چند ناموں کی پرستش  
کرتے ہو جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے کہہ لیا،  
اور جسکی کوئی دلیل خدا نے نہیں اتاری، حکومت، بجز  
خدا کے کیسی نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسیکو  
پوچھیں، یہی سید مذہب ہی لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے،

اسلام کی تاریخ کا آغاز ایک نظر بند کے وجود گرامی کے ساتھ وابستہ ہے، شبیب الی طالب کا قصہ



علیہ الوفا لقیۃ الاسلام اپنی ہم کڑورامت کو یہ تعلیم دے گیا ہے کہ اعلان حق کی راہ میں قید و محبس کی دیواریں تمہاری نافذ الاثر آوازوں کو نہیں روک سکتیں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین بزرگ اس گہائی میں مع خاندان بنی ہاشم کے محصور رہ کر اس طرح گزارے ہیں کہ مکہ کی کارفرما قوتوں کی طرف سے یہ قدغن تھی کہ کوئی کھانے پینے کی چیز تک انکے پاس جانے نہ پائے، قبائل نے باہم ایک تحریری معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت کرے گا، نہ انکے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا، نہ ان سے ملیگا، نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دیگا، جب تک دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں گے۔

یہ تین سال اس قدر سخت گزرے کہ طلع کے پتے کھا کھا کر گزارے، اس حصار میں آپ تہما نہ تھے بلکہ ام السادات والمؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ عی آپ کے ساتھ تھیں، کس صاحبزادیان بھی مان کے آغوش میں تھیں، ننھے ننھے بچے جب بھوک سے روتے تو سنگدل انکی آواز سن سن کر کہتے کہ انکی چشم ترکی بوندین گویا انکے کشت آرزو کا ابر باران تھیں، ایک دن حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے تھوڑا سا غلہ اپنی پھوپھی کے پاس بھیجا۔ ابو جہل نے دیکھا تو جہین لینا چاہا،

اسلام کی تبلیغ حق دولت و نعمت میں نہیں ہوئی ہے، نہ رو قوت میں نہیں ہوئی ہے، جاہ و جلال میں نہیں ہوئی ہے، بلکہ مصائب و خطرات، منظریت و بیکسی، فقر و فاقہ میں، اور سب آخر قید و بند کی بیڑیوں اور زندان و حصار کی چار دیواریوں میں، لیکن ان میں سے کوئی چیز داعی اسلام اور مبلغ رسالت کو اپنے فرائض سے باز نہ رکھ سکی، آفتاب کا نور گرد و غبار کے دامن سے نہیں چپتا، اور آسمان کا ابر باران زمین کے بخارات سے نہیں تہمتا،

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گہائی میں مع خاندان بنی ہاشم کے تین برس تک محصور رہے تھے، اسی سیرتِ نبویؐ

مسیح الاسلام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص تھے جنکی نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آسمان نے اپنا سایہ ابوذر سے زیادہ کسی مخلوق آدمی پر نہیں ڈالا، اور نہ زمین نے ان سے کسی زیادہ مخلوق آدمی کا بار کبھی اٹھایا، یہ مکہ میں اس وقت ایمان لائے جب اس سرزمین میں ایمان کا لفظ قانونی جرم تھا، چنانچہ اپنے وطن سے چل کر جب یہ مکہ پہنچے اور مخفی مسلمان ہوئے اپنے فرمایا کہ تم اپنے قبیلہ میں واپس چلے جاؤ، اور اس وقت کے منتظر رہو جب اسلام کو ملک میں امن و امان نصیب ہو، لیکن انکے لئے انتظار مشکل تھا، وہ اب سرتاپا آواز حق تھے، انکار و ٹکار بگڑنا اعلان حق کے لئے بیچین تھا، چنانچہ وہ سیدہ خاندان کعبہ میں آئے، اس خاندان کعبہ میں جو اس وقت ۳۶۰ بتوں کا مسکن تھا، اور اگر لا الہ الا اللہ کا اس زور سے نعرہ مارا کہ اس پاس کی پیاریاں گونج اٹھیں، یہ آواز سن کر قریش چاروں طرف سے دوڑ پڑے، حضرت عباس نے آکر بچایا، لیکن یہ جہانی تکلیف انکے روحانی عزم و استقلال کی مضبوطی میں ایک ذرہ انقلاب نہ پیدا کر سکی، دوسرے دن وہی ابوذر غفاری تھے، وہی ۳۶۰ بتوں کا کعبہ تھا، اور وہی نعرہ توحید کی زلزلہ انداز بکیر تھی، قریش کی طرف سے وہی کل کی طرح آج بھی جواب ملا، تاہم یہ سزا بھی انکو فرض تبلیغ سے باز نہ رکھ سکی، حضرت ابوذر نے تین خلافتوں کا زمانہ دیکھا، زمین بدل گئی، آسمان بدل گیا، فتوحات نے مسلمانوں کے چوٹے چھوٹے جو پڑے کو رشک الیوان کسریٰ، اور غیرت کا شانہ نفور بنادیا، لیکن ایک ذات تھی جو سونے اور چاندی کا ایک ٹکڑا بھی اپنے گھر رکھنا حرام سمجھتی تھی، حضرت عثمان کے زمانہ میں وہ سرزمین شام میں تھے، جہاں رومیوں کے اثر سے مسلمان امراء اسلام کی سادگی کو چھوڑ کر دولت اور تنعم کے خوگر ہو چلے تھے، امیر معاویہ کا دربار قیصر و کسریٰ کی بارگاہ بن رہا تھا، انکے جاہ و جلال کے رعب و داب نے بڑے بڑوں کی زبانیں گنگ کر دی تھیں، لیکن جرأتِ آزادی کی وہ بے نیام تلوار جو ابوذر غفاری کے کام و دہن میں تھی ایک لمحہ کے لئے جھجکی، اور ہمیشہ ہر سردار



اعلان حق کے لئے چمکتی رہی، آخر انکو آستانہ خلافت سے انکے بوائے کی درخواست کرنی پڑی اپنی پڑ  
یہ مدیجہ بوائے لگے، اور بیان سے رہنہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں بھج دیے گئے، یا خود اپنے لئے  
وہیں رہنا مناسب سمجھا،

رہنہ کا نظر بند ایک کلی خیمہ میں چند اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ تمام دنیا سے  
گوشہ گیر ہو کر بیٹھ گیا، حضرت عثمان نے بیت المال سے انکے اسباب راحت کا سامان کرنا چاہا لیکن  
قبول نہ کیا،

لیکن تم کیا سمجھتے ہو کہ اس سلطان حق نے اسکے بعد تلوار نیام میں کر لی، وہ اس زمانہ میں  
فتویٰ دینے کے مجاز نہ تھے، لیکن اسی حالت میں اسے ایک شخص نے فتویٰ پوچھا، انھوں نے  
جواب دیا، ایک قریشی نے ٹوکا کہ تم فتویٰ دینے کے مجاز نہیں ہو، کیون دیتے ہو، تو نہایت  
جوش کے ساتھ فرمایا "خدا کی قسم اگر تم میری اس گردن پر تلوار بھی رکھ دو، وہیں اس لمحہ میں بھون کر  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ایک لفظ بھی ادا کر سکتا ہوں تو ادا کر دینگا"

آخر اسی سافرت اور غربت میں اس طرح جان دی کہ حب و صیت اور پیشگوئی نبوی جتنا  
لا کر صراہ رکھ دیا گیا کہ نو وار د اس رہگذر عام سے کوچ کر جانے والے مسافر کی نماز پڑھیں، چنانچہ  
ایسا ہی ہوا، عبداللہ بن مسعود کا گھر ہوا اور انھوں نے نماز پڑھائی،

سربہ رنج کے روزندانیوں کی داستان بھی بھروسہ نانی ہے، حضرت خلیفہ ابو حضرت زید  
یہ دونوں بزرگوار اصحاب صفہ ہیں سے ہیں، یعنی ان لوگوں میں سے جو میدان جنگ کے لئے نہیں  
بلکہ منبر و محراب کے لئے تعلیم پا رہے تھے، ایک قبیلہ کی دعوت پر دس و انھیں اسلام جنین یہ وہ  
صاحب بھی تھے، بیچھے گئے، رنج کے مقام پر پہنچ کر کافروں نے بد عہدی کی اور دوسو آدمیوں کا  
دستہ انکی گرفتاری کے لئے بھیج دیا، اکثر نے قید و اسیری کے تنگ کو گوارا نہ کیا، اور لڑ کر جانیں دیں

خلیفہ ابو زید و صاحبان جو ان کے کفار کے وعدوں پر بھروسہ کر کے اپنے آپ کو انکے حوالہ کر دیا، انھوں نے  
خلاف معاہدہ انکی مشکلیں کیں اور مکہ میں لا کر بیچ ڈالا، قریش نے بدر کے انتقام کے لئے انکو خرید لیا  
اور تین بیٹے تک قیدی رکھا، ان دونوں قیدیوں نے زمانہ قید میں اسلام کی تعلیم کا جو نہ پیش کیا  
وہ مذاہب کی تاریخ میں عظیم الشان ہے۔

حضرت خلیفہ جس گھر میں قید تھے، اسلام کے بعد اس گھر انے کی ایک خاتون نے اعلان  
گو اہی دی کہ خلیفہ سے بڑھ کر کسی قیدی کو ہم نے نیک و سعادتمند نہیں پایا، ایک دفعہ اسی خاندان کا  
ایک بچہ کھیلتا ہوا انکے پاس چلا گیا، انکو معلوم ہوا کہ یہ اس خاندان کا چٹم و چراغ ہے جو چند روز میں  
سولی کی لکڑی پر انکی لاش کو لٹکانے والا ہے، لیکن انھوں نے پیار سے اس بچہ کو زانو پر بٹھالیا  
انکے ہاتھ میں ایک ضرورت سے استرہ تھا، بچہ کی مان کی نگاہ جب اس قیدی پر پڑی تو یہ منظر  
دیکھ کر کہ بچہ قیدی کے زانو پر بٹھا ہے اور کھلا استرہ اسکے ہاتھ میں ہے، سم گئی، حضرت خلیفہ نے  
فرمایا کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں اپنے خون کا انتقام تمہارے بچہ سے لوں گا، ہمارا یہ کام نہیں، حضرت  
خلیفہ نے کافروں سے زمانہ قید میں جو رعایتیں چاہیں وہ صرف تین تھیں، بیٹھا پانی، حرام کھانا  
مجھ کو نہ دیا جائے، قتل کی پہلے سے اطلاع دی جائے،

چند روز کے بعد حضرت خلیفہ نے حرم کے میدان میں جس بہادری، اطمینان اور سکون  
قلب کے ساتھ مظلومیت کی سولی پر جان دی، وہ تاریخ اسلام کا معروف واقعہ ہے، اخلاق کے  
اس معجزانہ منظر نے آخر اس خاندان کو اسلام کا حلقہ گمشدہ بنا دیا،

دوسرے قیدی حضرت زید بن دثنہ انصاری تین بیٹے کی قید کے بعد قتل میں لائے گئے  
کفار کا پڑا احاطہ کئے، تھا، جلاد کی تلوار لگا ہون کے سامنے تھی، سولی کی لکڑی پہلو میں نصب تھی،  
ابوسفیان نے آگے بڑھ کر پوچھا، زید! کیا تم پسند کرتے اگر آج تمہارے بجائے محمد کی لاش اس سولی پر



لنگتی ہوتی "سرشار خنی نہ محمدی نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم میں یہ پسند کر دینگا کہ میری لاش سولی پر لٹکائی جائے اور محمد صلعم کے تلون میں کاٹا بھی نہ چھینے پائے۔"

حضرت ابو جندلؓ وہ اس جرم پر کہ اسلام لائے تھے مکہ میں پابز بخیر تھے طح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں کہ اس سے مذہب سے توبہ کرو، لیکن وہ ان تمام سختیوں کو خوشی سے جھیلے رہے۔  
سہ ماہ میں عمرہ کی غرض سے جب چودہ سو جان نثاروں کے ساتھ آپ نے مقام حدیبیہ میں قیام کیا اور کفار نے آگے بڑھنے سے روکا اور شرائط صلح طے ہونے لگے تو عین اس وقت جب معاہدہ کی شرطیں زیر تحریر تھیں، ابو جندل کسی طرح قریش کے مجلس سے نکل کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور سب کے سامنے گر پڑے، قریش کے سفیر نے جو خود ابو جندل کا باپ تھا کہا کہ محمدیہ پہلا قیدی ہے جسکو ہمیں واپس دینا ہوگا، ابو جندل نے تمام مجمع کے سامنے اپنے زخم دکھائے جو قریش کے جو رسٹم کی یادگار تھے، اور کہا، برادران اسلام! میں اسلام لا چکا ہوں، کیا پھر مجھکو کافروں کے ہاتھ میں دیتے ہو، کیا پھر مجھے انکا قیدی بناتے ہو، تمام مسلمان اس دردناک منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے، چہروں پر تیوریان چڑھ گئیں، اخوت اسلامی کی لہر برق بنکر چودہ سو بہادروں کے دل بگڑ گئیں، تیرگی، کہ دفعۃً لہما سے مبارک بٹے اور ابو جندل کی طرف خطاب کر کے فرمایا،

"ابو جندل! صبر اور ضبط سے کام لو، خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کیلئے

راہ نکالے گا، صلح اب ہو چکی، اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔"

اس فرمان کو سن کر ابو جندل نے اطاعت کی گردن جھکالی، اور مجلس کی قید و زنجیر کو اسلام کی بدعہدی کے داغ پر ترجیح دی،

ضعف اور قوت، اور حق و باطل کی باہمی معرکہ آرائیوں میں انبیاء سے الہ العزم اور پرورش ہنگامان آشوش نبوت، فصل مستقبل کے لئے اقتدا اور پیروی کے جو نمونے چھوڑ گئے، انکے جانشینوں نے سرمو

ان سے تفاوت نہ کیا، تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے، استیلا سے باطل کے تاریک عہد نے جب کبھی دنیا کا احاطہ کیا، ائمہ اطہار اور علمائے صالحین اسی راستہ پر قدم مارتے چلے گئے، جمہین اسلاف کرام اپنے عمل اور کارناموں کے چراغ جلاتے چلے گئے تھے،

بنو امیہ کے عہد حکومت میں اکابر محدثین نے ہر قدم پر انکے جو رسٹم کو روکا، برسر دربار انکی غلطیوں کا اظہار کیا، اور اس اعلان حق میں قید و زنجیر لے خانہ لانی، وجلا وطنی کا باک نہ کیا، حضرت سعید بن مسیب جو تابعین میں سب سے بڑا مرتبہ رکھتے ہیں، انکے واقعات حریت طلب دنیا کیلئے نمونہ ہیں، انھوں نے کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے عطیہ کو قبول کرنا گوارا نہ کیا، اور نہ کبھی سلطنت کا وظیفہ خواہ بنا پسند کیا، اسلئے انکی زبان اظہار حق میں ہمیشہ بیباک رہی، ایک دفعہ خلیفہ شام کا قاصد ان کے سامنے سے گذرا، بلا کر پوچھا کہ "بنی مروان کو تم کس حال میں چھوڑ کر آئے، بولا، بغیریت" فرمایا تم نے اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں اور کتوں کو کھلاتے ہیں، قاصد کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، لیکن انھوں نے کوئی پروا نہ کی، دوستوں نے عرض کی، اپنی جان کی درپے کیوں ہو، جواب دیا جب تک میں حق پر ہوں خدا مجھکو بے یار و مددگار بچھوڑے گا۔

آخر ان آزاد گویوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ کڑا کے کی سردی میں انکے بدن پر ٹھنڈا پانی ڈال کر انکو کوڑے لگائے گئے، قید کیا گیا، انکے قتل کا سامان ہوا، اور آخر میں یہ فرمان جاری ہوا کہ کوئی انکے پاس بیٹھے، اور نہ کوئی بات چیت کرے، لیکن اس حالت میں بھی انکی سیف زبانی کم نہوئی، ایک قاصد شہنشاہی نیکر انکے پاس آیا، شہنشاہ کو بکری کے منہ میں دیدیا وہ چبا گئی، فرمایا کہ یہی اسکا جواب ہے، ابراہیم تیمی کو نہ کے ایک حقلو عالم تھے، حجاج کے قید خانہ میں انھوں نے عمر بسر کر دی۔

مکھی بن عامر کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن میں لفظ لگائے، حجاج نے انکو عراق سے وجلا وطن کر دیا، آوارہ گرد خراسان پہنچے، وہاں کے گورنر نے انکی بڑی تعظیم کی اور قضا کا منصب



پیش کیا، لیکن کچھ دن بھی گزرنے پائے تھے کہ بیان سے بھی الگ ہونا پڑا۔  
امام منصور بن نعمان نے مجلس جانا اسلئے پسند کیا کہ وہ ایک جابر حکومت کی طرف سے  
عدہ قضا قبول کرنا نہیں چاہتے تھے،

امام شعبی کی جلالت شان سے کون واقف نہیں، کوفہ وطن تھا، مختار کے زمانہ حکومت  
میں کوفہ سے ہباگ کر انکو مدینہ آنا پڑا، حجاج کے زمانہ میں وہ کوفہ اگر دارالامارہ میں عزت و  
تکریم کے ساتھ رہنے لگے، لیکن جب علمائے کوفہ نے حجاج کے مقابلہ میں فوج کشی کی تو امام  
شعبی دونوں فوجوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر حجاج کے مظالم بیان کئے، اتفاق سے علماء کی  
فوج کو شکست ہوئی، امام شعبی نے گھر پہنچ کر کوڑا بند کر لئے، اور نوچینے اسی حال میں بسر کئے  
پھر ایک دن موقع پایا تو فوج میں بھرتی ہو کر خراسان چل دیئے، وہاں انکو ایک عدہ جگہ مل گئی، ابھی  
پورا اطمینان بھی نہیں ہوا تھا کہ حجاج کے مجردوں نے جاسوسی کی، اور والی خراسان کے نام حکم آیا  
شعبی کو فوراً پکڑ لو، اگر وہ پکڑ لیا گیا تو تہین سزا دی جائیگی، والی جو امام موصوف کی شان جلالت  
واقف تھا، اس نے ہر چند چاہا کہ وہ کہیں نکل جائیں، لیکن انھوں نے کہا کہ اب بچنا مشکل ہے،  
آخر پابز بنجر دارالامارہ کو روانہ کئے گئے، حجاج نے پھر انکو رہا کر دیا،

۳۲۲ھ میں جب زمانہ نے کروٹ لی، اور شام اجڑ کر عراق آباد ہوا، یعنی ملک کی عنان  
حکومت ہوا، یہ سے نکل کر بنو عباس کے ہاتھ میں آئی، اور سادات نے حجاز میں اپنا علم بلند کیا تو  
دیگر علمائے کبار کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ النعمان نے فتویٰ دیا کہ منصور عباسی کی بیعت ناجائز ہے  
اور خلافت نفس نزکیہ کا حق ہے، سادات کی ناکامی کے بعد جب منصور کے دوبارہ ملک پر تسلط  
پایا تو امام کو دوبارہ میں طلب کیا اور منصب قضا کے قبول کرنے پر مجبور کیا، مگر انھوں نے صاف  
انکار کیا، منصور نے حکم دیا کہ انکو قید کر دیا جائے، امام نے قید خانہ کے حقیر و تنگ حجرہ کو منصب قضا

بلند و رفیع ایوان پر ترجیح دی، چار برس اسی قید خانہ میں گزارے، اور اس سے اسوقت چھوٹے  
جب روح نے قیدستی سے رہائی پائی،

امام ممدوح کے فضائل میں یہ امر بھی کچھ کم قابل ستائش نہیں کہ جس علم کی خدمت میں انھوں نے  
اپنی ساری عمر گزاری تھی، اس قید خانہ میں بھی اس فرض کی اداسے غافل نہ رہے، بیان بھی سلسلہ تعلیم  
برابر قائم رکھا، امام محمد، کہ فقہ حنفی کے دست و بازو ہیں، امام کلینی قید خانہ انکی تعلیم کا مدرسہ تھا۔

۳۲۵ھ میں مامون نے علماء کو اس اعتقاد کی تسلیم پر مجبور کرنا چاہا کہ قرآن مخلوق ہے، جن  
بزرگوں نے پامردی کے ساتھ مامون کی اطاعت سے سرکشی کی ان میں سب پہلا نام امام احمد  
بن حنبل کا ہے، والی بغداد کے نام اس نے فرمان جاری کیا کہ امام اور دیگر علماء کے اس عقیدہ  
خاص کا امتحان لو، امام موصوف سے جب یہ پوچھا گیا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کی نسبت کیا  
کہتے ہو، فرمایا میں یہ صرف یہ کہتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام ہے اور بس، محمد معلم نے اسلام کے تمام  
عقاید کی تعلیم کی، لیکن کبھی اسپر ایمان کا مطالبہ نہ کیا کہ قرآن کو مخلوق مانا جائے، امام کا یہ جواب  
مامون کو لکھ کر بھیجا گیا، اس نے حکم دیا کہ وہ پابز بنجر دربار میں بھیجے جائیں، چنانچہ اسی حال میں انکو  
برقہ روانہ کیا گیا، ابھی برقہ پہنچے بھی نہ تھے کہ مامون نے رومی سرحد پر وفات پائی اور اسکی جگہ  
معتصم باللہ سربراہی کے خلافت ہوا،

اس سورا اعتقاد میں وہ بھی اپنے بہائی کی ضد پر قائم رہا، امام موصوف اس زمانہ میں برقہ میں  
قید تھے، معتصم جب روم سے واپس پھر امام کو اپنے دربار میں طلب کیا، اور اپنے ہم عقیدہ علماء سے  
مناظرہ کرایا، امام نے اپنے دلائل پیش کئے، لیکن معتصم کو جو محض ایک سپاہی آدمی تھا انہی تشفی نہ ہوئی  
امام کے سامنے دو باتیں پیش کیں، قید خانہ یا اپنی غلطی کا اعتراف، امام نے حق کی زنجیروں کو باطل کی  
آزادی پر ترجیح دی، اور ۳۳۰ھ میں مختلف قید خانوں میں گزارے، پادوں زنجیروں سے بوجھل ہو جاتے تو



پاجامہ سے مکر بند نکال کر زنجیروں کو باندھ کر کمر سے لٹکا لیتے تھے، نماز اور سونے کے اوقات میں بیڑیاں علیحدہ کر دی جاتی تھیں، پھر بدستور ڈال دی جاتی تھیں،

لیکن اس قید و زنجیر کے باوجود امام نے اپنا فرض کبھی فراموش نہ کیا، قیدیوں کے ساتھ نماز میں امام بن کر کھڑے ہوتے تھے اور انکو نماز پڑھاتے تھے، طلبہ آتے تھے انکو درس دیتے تھے، معصوم نے ان پر دو نگبان مقرر کئے تھے جو روز آکر پوچھتے تھے کہ تمہاری رائے میں کچھ تبدیلی ہوئی، ہر روز جواب ملتا تھا کہ "نہیں" آخر ایک روز خفا ہو کر نگبانوں نے حکم دیا کہ ایک کے بجائے امام کے پاؤں میں چار بیڑیاں ڈالی جائیں، امام نے اس تکلیف کو بھی صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا، معصوم نے انکی اس پامردی و استقلال کو دیکھ کر فیصلہ کیا کہ قید و حبس کب تک؟ اب یا تسلیم یا تلوار، انکو پابزنجیر قید خانہ سے اپنے دربار میں طلب کیا، امام موصوف فرماتے ہیں کہ مجھے دربار میں لے چلنے کے لئے ایک سواری پر بٹھایا گیا، میرے دونوں پاؤں بیڑیوں سے اس قدر بوجھل تھے کہ قدم قدم پر مجھے ڈرتا کہ منہ کے بل اب گرا اور تب گرا، اسی حالت میں خلیفہ کے دربار تک پہنچایا گیا جلاوطنی تلوار میں اور کوڑے لئے ہوئے سامنے کھڑے تھے، امام سے پوچھا گیا کہ اب بھی تم اپنی رائے بدلنے پر طیار ہو، فرمایا، کتاب اللہ اور سنت رسول کے سوا میں اور کوئی چیز نہیں قبول کر سکتا، جلاوطن کو حکم ہوا کہ کوڑے مارو، ہر کوڑے پر امام تسبیح و تہلیل فرماتے تھے، ۱۹ کوڑوں پر جا کر غش کما کر گر پڑے، پیٹھ اور شانوں سے خون جاری ہوا،

معصوم جبکہ زور و قوت نے رویوں کے دل ہلا دیئے تھے، استقلال اور جرأت کے اس فرشتہ کو دیکھ کر لرز گیا، اور اسی حالت میں انکی آزادی کا پروانہ لکھ دیا، (طبقات بسکی)

ذیل میں ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جو ہمارے لئے بہت کچھ سبق آموز ہے، ابن طولون دولت عباسیہ کی طرف سے مصر کا گورنر ہوا، خود سری نے اسکو خود مختاری پر آمادہ کیا، مصر کے

قاضی اس زمانہ میں حضرت بکار بن قتیبہ حنفی تھے، ابن طولون انکی بڑی خاطر کرتا تھا، ہر سال ایک ہزار اشرفیوں کی پتیلی انکی نذر کیا کرتا تھا، ۶۴۷ھ میں جب خلیفہ سے اس نے بغاوت کا اعلان کیا، قاضی بکار سے درخواست کی کہ خلیفہ کی معزولی کا وہ فتویٰ دین، قاضی بکار نے اس حکم کے ماننے سے قطعاً انکار کیا، ابن طولون نے کہا اگر تم ہمارے حکم کو تسلیم نہیں کرتے تو ہماری اشرفیوں کی پتیلی واپس کر دو، دنیا یہ سن کر محو حیرت ہو جائیگی کہ قاضی نے ابصر مصر کے ایک خرمصرہ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، اور اٹھارہ سال کی اٹھارہ تیلیاں اسی طرح سر بہر حجرہ سے باہر نکلوا دیں، اس حیرت افزا واقعہ کے مشاہدہ سے ابن طولون شرم سے پانی پانی ہو گیا، اور اسی وقت حکم دیا کہ قاضی کو قید خانہ میں ڈال دو، یہ گوارا کیا لیکن حق کے خلاف خلیفہ کی معزولی کے فتویٰ پر دستخط نہ کیا، قاضی بکار اسی قید کی حالت میں دو برس تک رہے، مصر کے علمائے آواز بلند کی کہ اگر قاضی موصوف اسی طرح قید میں رہے تو انکے علم کا خزانہ بھی ہمیشہ کیلئے سر بہرہ جائیگا، ناچار ابن طولون نے قید خانہ میں ایک کھر کی کسلوادی، قاضی موصوف اسی کھر کی میں بیٹھ کر شافعیین علم کو درس دیتے تھے، اسی ہیچ پر عمر گزار دی اور مجلس کی تنگ و تاری کوٹری میں قول حق پر زندگی کی آخری سانس توڑی،

(باقی)



## قرآن مجید میں بائبل کے حوالے

قرآن مجید نے جا بجا یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمام انسانی کتابوں کا مصدق ہے، اس بنا پر وہ متعدد آیتوں میں ان احکام و مضامین کو بیان کرتا ہے جو تورات و انجیل میں مذکور ہیں لیکن کوتاہ نظر عیسائیوں کا یہ انترض ہے کہ خدا سے اسلام بائبل سے قطعاً ناواقف تھا، اس لئے اس نے جہان جہان ان کے احکام و مضامین کا ذکر کیا ہے وہ ان کے مطابق نہیں ہیں، اسکا صاف جواب تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے رُوسے بائبل خود محرف ہے اس بنا پر اگر ایمین یہ احکام و مضامین موجود نہیں تو یہ خود اسکا نقص ہے، لیکن ہم اس پہلو سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف اس قدر کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے معجزات میں ایک نہایت عجیب معجزہ ہے کہ اس نے بائبل کی جن آیتوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ تحریف کے گونا گون تغیرات کے بعد بھی ایمین موجود ہیں، اور یہ وہ صداقت ہے جسکی تردید میں ایک آواز بھی نہیں بلند کی جا سکتی،

اس مقصد کے واضح کر نیکے لئے ہم نے قرآن مجید سے اس قسم کی تمام آیتیں جمع کی ہیں اور بائبل کی آیتوں سے انکی تطبیق دی ہے، چنانچہ وہ آیتیں حسب ذیل ہیں،

۱۔ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے،

وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْفُسًا بَآلِئِينَ

وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفُ بِالْأَنْفِ وَ

الْأُذُنُ بِالْأُذُنِ وَالسِّنُّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحُ

قِصَاصٌ ..... (مائیدہ ۷)

تورات بتلاتی ہے،

”اور اگر وہ اس حد سے ہڑاک ہو جائے تو جو جان کے بدلے جان“ اور آنکھ کے بدلے آنکھ،

دانت کے بدلے دانت، اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے

جلانا، زخم کے بدلے زخم، اور چوٹ کے بدلے چوٹ، (خروج ۲۳: ۲ تا ۲۵)

عبارت مذکورہ میں جن فقرہوں پر خط کھینچا ہوا ہے وہ قرآن مجید میں نہیں ہیں، اور غالباً تحریف نے

ان فقرہوں کا اضافہ کیا ہے،

توراة میں دوسری جگہ ہے،

”اور وہ جو انسان کو مار ڈالے سو مار ڈالا جائیگا..... اور اگر کوئی اپنے ہمسایہ کو چوٹ لگائے

سو جیسا کہ لگا دیا ہی پائیگا، توڑنے کے بدلے توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت،

جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے اس سے ویسا ہی کیا جائے“ (عبارت ۲۰: ۱ تا ۲۵)

۲۔ قرآن مجید میں ہے،

وَيَكْفُلُ الَّذِينَ يَدِينُونَ حَرْثَ مَنْ لَا يَدِينُ

ظُفْرٍ (انعام)

تورات میں ہے،

”مگر ان میں سے جو جگالی کرتے ہیں یا کھراٹے چرب ہوئے ہوتے ہیں انکو نہ کھاؤ، جیسے

اور ان لوگوں پہ جو یہودی ہوئے ہنسنے ہرناخن والا

جانور حرام کیا ہے،



اونٹ وہ جگالی تو کرتا ہے پر کھرا سکا پڑا ہوا نہیں ہوتا، سو وہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔“

(احبار ۲ - ۴۶)

”اور سب پرندے جو چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ تمہارے لئے مکروہ ہیں، (احبار ۲ - ۲۰)

چونکہ ظفر کے معنی ناخن کے ہیں اور اسکا اطلاق عربی میں انسان پر ہوتا ہے، یعنی اونٹ اور بہائم کے ناخنوں اور پنچوں پر بھی ہوتا ہے، اسلئے قرآن مجید اور توراۃ میں کوئی تحالف نہیں انسان العرب میں ہے،

وقوله تعالى وعلى الذين هادوا حرمنا من كل ذي ظفر دخل في ذي الظفر ذوات المنائم من الابل والانعام لانها كالظفار لها

۳۔ قرآن مجید میں ہے،

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ..... (بقرہ)

تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح کہ تم سے پہلے پر فرض کئے گئے تھے،

تورات میں ہے،

”اور یہ تمہارے لئے قانون والی ہوگا کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ تم میں سے ہر ایک خواہ وہ تمہارے دیس کا ہو خواہ پر دیسی جسکی بود باش تم میں ہے اپنی جان کو دکھائے اور کسی طرح کا کام نہ کرے“ (احبار ۲ - ۲۹)

”اور اس ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ مقدس جماعت ہوگی، اور تم اپنی جانوں کو

”دکھ دو اور کچھ کام نہ کرنا“ (گنتی ۲۹ - ۴۶)

لسان العرب صفحہ ۱۹ جلد ۱

”اور ساتویں مہینہ کی پندرہویں تاریخ تمہاری مقدس جماعت ہوگی، اس دن تم کوئی نصیحت

کا کام نہ کرو، اور سات دن تک خداوند کے لئے عید کرو،“ (گنتی ۲۹ - ۴۶)

ان آیتوں میں جہاں جہاں ”دکھ“ کا لفظ آیا ہے، اس سے روزہ مراد ہے، کیونکہ تعلیم صحیفوں میں روزہ کے لئے یہی لفظ استعمال کیا جاتا، جدید صحیفوں میں روزہ کا لفظ صاف طور پر مذکور ہے، چنانچہ سہو ایل (۷ - ۶) میں ہے،

”سو وہ سب عصفاء میں فراہم ہے اور پانی بھر کے خداوند کے آگے اٹھایا اور اسدن روزہ کیا

یہ مباحہ (ب ۳۶ - ۷) میں ہے،

”پر تو بھلا اور خداوند کی وہ باتیں جو تو نے میرے کہنے سے اس طومار میں لکھی ہیں خداوند کے

گھر میں روزہ کے دن لوگوں کے سامنے پڑھ سنا۔“

انجیل کی صحیفہ متی (ب ۱۷ - ۱۷) میں ہے،

”پھر جب تم روزہ رکھو یا کاروں کے مانند اپنا چہرہ ادا اس نہ بناؤ،“

”پھر جب تو روزہ رکھے اپنے سر پر چکنا لگا اور منہ دھو“ (متی ۲۳ - ۱۷)

”اور یوحنا اور فریسیوں کے شاگرد روزہ رکھتے تھے، انہوں نے اس سے کہا کہ یوحنا اور

فریسیوں کے شاگرد کیوں روزہ رکھتے ہیں، اور تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے ایسے نے

انہیں کہا کہ کیا براتی جب تک کہ وہ ہمارے ساتھ ہے روزہ رکھ سکتے ہیں، وہ جب تک کہ

وہ ہمارے ساتھ ہے روزہ نہیں رکھ سکتے، لیکن وہ دن آئیں گے جب وہ ہمارے جدا

کیا جائیگا، تب انہیں دنوں میں وہ روزہ رکھیں گے۔“ (متی ۲۳ - ۱۷)

ب ۳۶ - ۳۵

”مگر اس طرح کے دیوبند و عا و روزہ کے نہیں لگائے جاتے“ (متی ۲۳ - ۲۱)



۴۔ قرآن مجید میں ہے،

الَّذِينَ يَحِدُّوهُ مَكْتُوبًا عِنْدَ هَمِّ فِي التَّوْرَةِ  
وَالْأَنْجِيلِ ..... (آل عمران)

(وہ پیغمبر جسکو یہ لک ہے ان تورات و انجیل میں)

تورات میں ہے،

”اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شہیر سے اُن پر طلوع ہوا فاران کے پہاڑ سے  
وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قد و بیون کے ساتھ آیا اور اُس کے دہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت  
انکے لئے تھی“ (استنباب ۳۳۰-۲۶)

”خدا تیمان سے اور وہ جو قد و سب سے کوہ فاران سے آیا، انکی شوکت سے آسمان چھید گیا  
اور انکی حمد سے زمین بخور ہوئی“ (جہنوق ب ۳۶)

”میرا دوست نورانی گندم گون ہزاروں میں سرور ہے“ اور وہ بائبل محمدؐ یعنی قرین  
کیا گیا ہے“ (غزل الغزلات ب ۱۰۶-۱۱۵)

ان آیتوں میں آنحضرت صلی علیہ وسلم کی نہ صرف کہلی ہوئی مدح بلکہ نام تک نکلتا تھا لیکن افسوس کہ  
بعد میں بائبل کے جو ترجمے ہوئے ان میں ان الفاظ کو علم باقی رکھنے کے بجائے انکا ترجمہ کر دیا گیا

”سب توہن کو بلاؤنگ اور حمد سب توہن کا آئیگا“ (بجی ب ۷۶)

میں انکے لئے انکے ہائیون میں سے تجسا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے منہ میں  
ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو

جہنہن وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سنے گا تو میں اسکا حساب اس سے لونگا، لیکن وہ بنی جو یہی

گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور

جو وہ ان کے نام سے کہے تو وہ بنی قتل کیا جائے“ (استنباب ب ۱۵۶-۱۵۷)

اس پیشینگوئی میں جن فقروں پر خط کہنیا ہوا ہے وہ بعینہ کلام مجید میں موجود ہیں مثلاً:

انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا

جسے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہی جو تم پر گواہی

علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا

وینذلاہر جیسا کہ جسے فرعون کی طرف بھیجا تھا،

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ

اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا، وہ جو بولتا ہے

لغو حی،

صرف وحی ہوتی ہے،

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا

اور اگر وہ اپنے جی سے بعض باتیں بنائے تو ہم اسکا ہاتھ

منہ بالیمین لَوْلَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ،

پکڑنے کے اسکی شہ رگ کاٹ دیں،

انجیل میں ہے،

”یہ امور میں نے تم سے کہے جبکہ تمہارے ساتھ ہوں، لیکن پیر یگیطاس پاک روح

جسکو باپ بھیجیگا، میرے نام سے ہر بات نگو سکنا دیگا، اور یاد دلا دیگا تلو تمام وہ باتیں جو کہ

میں نے تم سے کہی ہیں“ (یوحنا ب ۱۴-۲۵۶)

”تاہم میں تم سے سچ کہتا ہوں یہ مہلا ہے تمہارے لئے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں کیونکہ

اگر میں نہ جاؤں تو پیر یگیطاس تمہارے پاس نہ آئیگا“ (یوحنا ب ۱۴-۷۶)

انجیل کے نئے ترجموں میں پیر یگیطاس کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے، اور یہ بائبل

صحیح ہے، لیکن بحث اس میں ہے کہ خود حضرت عیسیٰ نے یہ لفظ بولا تھا یا نہیں، لیکن چونکہ یہ یونانی

لفظ ہے اور حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی تھی، اسلئے یہ بائبل ناممکن ہے کہ انھوں نے یہ لفظ

استعمال کیا ہو، اسی بنا پر قدیم ترجموں میں یہ لفظ پیر یگیطاس ہے جو ٹیک عبرانی لفظ

فارقلیط کا ترجمہ ہے، فارقلیط کے صحیح معنی عربی میں ”احمد“ کے ہیں، جسکا تذکرہ قرآن مجید نے

اس آیت میں کیا ہے،



واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی  
رسول اللہ الیکم مصداقاً لما بین یدی  
من التوراة وانبثرتا برسول یا قی من بعدی  
اسمہ احمد (صفت)  
اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری  
طرف خدا کا رسول ہوں تصدیق کرتا ہوں تورات کی  
جو میرے سامنے ہے اور نبثرتا ہوں ایک  
رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے

آنحضرت صلعم کے متعلق بائبل میں اور بھی بہت سی پیشینگوئیاں ہیں جنہیں سے بعض خود  
صحابہ نے نکالی ہیں، بعض ابن تیمیہ نے الجواب الصحیح میں لکھی ہیں، باقی زادہ نے الفارق  
بین المخلوق الخالق میں، مولانا محمد حسن صاحب امر دہی نے تفسیر معالما ت الاسرار میں، سر سید  
احمد خان نے خطبات احمدیہ میں، اور مولانا عنایت رسول صاحب چربا کوٹی نے البشیر فی  
انکو مستقل طور پر جمع کر دیا ہے، لیکن چونکہ ان میں صحیح طور پر آچکا ذکر نہیں ہے، اس بنا پر ہم  
انکو نقل کرنا نہیں چاہتے

قرآن مجید میں ہے،

وَمَثَلُهُمْ فِي الْآخِلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاً فَآزَدَهُ  
فَاسْتَغْلَطَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْفَةٍ يَجْحَبُ  
الزَّرَّاعُ مِنْهَا ..... (فتح)  
اور انکی مثل انجیل میں مثل اس کہیتی ہے جس نے  
اپنا بونہل نکالا پھر اسکو مضبوط کیا، پھر وہ بونا ہوا  
پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر فلاوٹ کو متوجہ کرنے لگا

انجیل میں ہے،

”آسمان کی بادشاہت خردل کے دانہ کے مانند ہے، جسے ایک شخص نے لیکے اپنے  
کبیت میں بویا وہ سب بیجوں میں چوٹا ہے، پر جب اگتا تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا،  
اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیاں آکے اسکی ڈالیوں پر بیٹھ کر تین“ (متی ۱۳ - ۳۱)

”خدا کی بادشاہت ایسی ہے جیسا ایک شخص جو زمین میں بیج بوسے، اور رات دن وہ  
سوئے اٹھے اور وہ بیج اس طرح اگے اور بڑھے کہ وہ نہ جائے“ (مرقس ۴ - ۲۶)  
”اور کچھ اچھی زمین میں گرا وہ لگا اور بڑھ کے پہلا، بعض ۳۰ گنا، بعض ۴۰ اور بعض ۱۰۰ گنا“  
(مرقس ۴ - ۳)

۴ - قرآن مجید میں ہے،

کل الطہار کان حلالاً لنبی اسرائیل  
الا ما حرم اسرائیل علی نفسه من قبل  
ان تنزل التوراة ..... (آل عمران)  
تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے مگر وہ  
جنگل اسرائیل نے توراۃ نازل ہونے سے قبل اپنے  
”پر خود حرام کر لیا تھا“

تورات میں ہے،

”تم بنو اسرائیل سے کو سب چار پالیوں میں سے جو زمین پر ہیں اور تین نکال کھانا  
روا ہے یہ ہیں“ (احبار ۱۱ - ۲)

اسکے بعد ان جانوروں اور ان جانوروں کی جو حرام کئے گئے ہیں تفصیل ہے، اس سے  
ثابت ہوتا ہے کہ تورات نازل ہونے سے پہلے وہ جانور حلال تھے، ورنہ اب انکے حرام ہونے کے  
کیا سنی ہو سکتے ہیں؟ حضرت اسرائیل (حضرت یعقوبؑ) نے اپنے اوپر جس چیز کو حرام کیا تھا،  
وہ بالکل مشتبہ ہے، اور ہم نے انکے حالات غور سے پڑھنے کے بعد بھی سخت ناکامی اٹھائی ہے،

تاہم ایک آیت میں یہ اشارہ موجود ہے جو ہماری اشک شونی کے لئے کافی ہے،

”اس سبب سے بنی اسرائیل اس فس کو جو ران میں بھیتر وار ہے نہیں کہتے، کیونکہ اس  
(خدا نے یعقوبؑ کی ران کی فس کو بھیتر وار سے چھڑ گئی تھی چھوڑا تھا“ (پیدائش ۳۰ - ۳۲)

۵ - قرآن مجید میں ہے،



ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذل ان  
الارض يرثها عبادي الصالحون (انبیاء)  
زبور میں ہے،

”وہ کونسا انسان ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے وہ اسکو وہی راہ جو پسند ہے بتائیگا، اسکا

جی چین سے رہیگا اور اسکی نسل زمین کی وارث ہوگی“ (۲۵ زبور ۱۲)

چونکہ قرآن مجید نے ہلکے بتایا ہے کہ زبور میں وہ عبارت ”ذکر“ کے بعد ہے، اسلئے ہلکے ذکر کا بیان تلاش کرنا چاہیئے، لیکن سب سے پہلے خود ذکر کے معنی سمجھ لینا نہایت ضروری ہیں، مفسرین نے ذکر کے معنی میں سخت اختلاف کیا ہے، سعید بن جبیر وغیرہ کے نزدیک لوح محفوظ، اور قنادہ اور شعبی کے نزدیک تورات مراد ہے، بعضوں نے کچھ اور سمجھا ہے، اور امام رازی نے لکھا ہے کہ ذکر کے معنی علم ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی تاویل مناسب نہیں،

ہمارے نزدیک ذکر سے مراد ”دعوت و پند“ ہے، اور قرآن مجید عموماً اس لفظ سے یہی مراد لیتا ہے، اب یہ معنی ہوئے کہ ”بہنے پند و موعظت کے بعد یہ لکھا ہے“ اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ صحیح و دوسری تفسیر نہیں ہو سکتی، چنانچہ یہ زبور ستر پانچ پند و موعظت ہے، جسکا پہلا فقرہ اس طرح شروع ہوتا ہے،

”بدکاروں کے سبب قومت کرو، برے کام کرنے والوں سے توحید نہ کرو“

بہر حال زبور کی وہ آیتیں جو ذکر کے بعد ہیں، یہ ہیں،

”لیکن وہ جو خداوند کے منتظر ہیں، زمین کو میراث میں دیں گے“ (۳۷ زبور ۹) لیکن وہ جو حلیم ہیں

زمین کے وارث ہونگے“ (۱۱) کہ جن پر اسکی برکت ہے، زمین کے وارث ہونگے“ (۲۲)

”صافق زمین کے وارث ہونگے اور ابد تک اس پر بسین گے“ (۲۹)

نصاری

## فلسفہ لیسان

(۴)

از مولانا عبد السلام ندوی

پیروان مذہب | مذہب نے ہمیشہ اپنے ابتدائی زمانہ میں اس حقیر گروہ کے ذریعہ سے نشو و نما حاصل کی ہے جسکی نسبت ایک طرف تو دنیوی جاہ و غرور و طعنے آمیز لہجہ میں کہتا تھا،  
ان من لك و اتبعك الاسر ذلون، کفار نے (نوح سے) کہا، کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں  
حالانکہ وہ ذلیلوں نے تمہاری پیروی کی ہے،

”دوسری طرف الہامی زبان بشارت دیتی تھی،

والسابقون السبقون اولئک المقربون، جو لوگ پہلے ایمان لائے وہ مقدم اور مقرب بارگاہ الہی ہیں

اگر مذہبی حیثیت سے قطع نظر کریجائے تو دونوں آیتیں مساویانہ حیثیت رکھتی ہیں، اگر مذہبی گروہ کے نزدیک زخارف دنیوی ایک ”دھوکا دینے والے سراب ہیں“ تو جو لوگ دولت و ثروت کے نشہ میں چور ہیں، انکے نزدیک جنت کا خیال ایک ”امید بھوم“ اور ایک دلچسپ کن خواب ہے، خود مذہب ان میں کبکو ترجیح نہیں دے سکتا کہ وہی مورد بحث و نظر ہے، البتہ دنیا کی تمدنی تاج اس نزاع کا فیصلہ کر سکتی ہے، لیسان نے اس ”حقیر گروہ“ پر اسی حیثیت سے نظر ڈالی ہے اور اسکو دنیا و آخرت دونوں کا بادشاہ تسلیم کیا ہے، آخر وہی بادشاہت کا تاج تو انجیل مقدس نے پہلے ہی اس گروہ کے سر پر رکھ دیا تھا، لیکن لیسان اس تاج میں ایک اور موتی کا اضافہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ،



”ضعیف العقل لوگوں کے لئے صرف آسانی ہی بادشاہت کا دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے جیسا کہ انجیل نے بار بار بشارت دی ہے بلکہ اگر وہ لوگ زلزلہ انگیز یقین رکھتے ہیں تو دنیوی سلطنت کا تاج بھی انکے سر پر نظر آ سکتا ہے“

لیسان نے جن فلسفیانہ دلائل اور تاریخی شواہد کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے، اسکی تفصیل یہ ہے کہ مذہب ایک عظیم الشان تمدنی اصول ہے، چنانچہ،

”قرآن و سنی کی زندگی صرف دو اصول پر قائم تھی یعنی مذہب اور امراء کی سیادت“

اس لئے، اس کو تمدنی زندگی کے تمام مراحل طے کرنے پڑے ہیں اور آخر میں وہ اس نقطہ تک پہنچ گیا ہے جسکے آگے ترقی کی کوئی منزل نہیں، ان اصول کی

”ترتیب اس طرح شروع ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے ان بلند خیال لوگوں کے دماغ سے

جنون نے اسکو پیدا کیا ہے اتر کر اسکے نیچے کے طبقے میں نمایاں ہوتے ہیں، پھر غالب بدلتا ہوا

اس سے کم درجہ کے لوگوں کو اثر کرتے ہیں، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تمام قوم پر چھا جاتے ہیں

اب انکی کامیابی کا اور ختم ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اسکو نہایت مختصر الفاظ میں بیان

کیا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات صرف ایک لفظ میں اسکی تشریح کی جاسکتی ہے لیکن

یہ لفظ اسقدر موثر ہوتا ہے کہ دفعۃً دونوں کو بلا دیتا ہے، قرآن و سنی میں اس قسم کے الفاظ کی

مثال کے لئے ”جنت“ اور ”دوزخ“ سے بہتر لفظ نہیں مل سکتا،

ترتیب مراجع کے لحاظ سے اگرچہ یہ ایک تنزل ہے، لیکن تمدنی حیثیت سے حقیقت

یہ ایک عظیم الشان ترقی ہے، کیونکہ یہ اصول،

”جب ان سادہ لوح لوگوں کے قلوب میں مرکز ہو جاتے ہیں جو بغیر بحث و مباحثہ کے

انکو قبول کر لیتے ہیں تو پہاڑ کی طرح اٹل ہو جاتے ہیں اور سیلاب کی طرح چھوٹ جاتے ہیں“

چنانچہ ہر قوم میں اس قسم کے لاکھوں آدمی مل سکتے ہیں جنہوں نے اپنے اصول راسخ کیئے اپنی جانیں بیدار کرنا کی ہیں، یہی وہ عالم ہے جہیں وہ عظیم الشان واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں جو تاریخ میں انعتلاب عظیم پیدا کر دیتے ہیں، لیکن اس انقلاب کی سرخیل صرف عوام ہی کی جماعت ہوتی ہے، دنیا میں آج تک انشا پر داز، صنایع، اور فلاسفہ کا گروہ نہ کسی عالمگیر مذہب کا علمبردار ہوا نہ ان سلطنتوں کی بنیاد ڈالی جو کربہ ارضی کے اس سرے سے اس سرے تک پھیل گئیں، نہ اس نے وہ مذہبی اور سیاسی شور و شین برپا کیں، جنہوں نے یورپ کی کاپاپٹ دی بلکہ ان انقلابات کے بانی صرف وہ ان پروردگار ہوئے جنہوں نے اصول کے اذعان و اعتقاد اور انکی حمایت کے مقابل میں اپنی جانوں کو ایک متاع حقیر خیال کیا، اسی گروہ کے بل پر باد یہ نشینان عرب نے یونان اور روم کے پرچم اڑا دیئے اور دنیا میں ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کر لی جو تاریخ میں یادگار رہے“

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ہر موقع پر نہ خائف و نہ یوی کو ”فتنہ“ کا خطاب دیا ہے،

انھا اموالکم و اولادکم فتنہ، تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں،

کیونکہ مذہب کا سکہ صرف دونوں کی نکال میں ڈھلتا ہے، اور جنکی جیب ورم و دینار سے پر

ہوتی ہے، انکا پہلو دل سے خالی ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت پناہ نے جب

اس حقیر گروہ کے ایک فرد سے بے اعتنائی فرمائی تو خدا کی چشم عتاب کی گردش نے اشاروں میں کہا

عَسَىٰ وَتَوَلَّىٰ اَنْ جَاءَ لَا اَلَا عَصَىٰ وَمَا

یٰٰدِ رِبِّکَ لَعَلَّہُ یَزَلَّ، اس نے منہ بنالیا اور پیٹھ پھیر لی اس بنا پر کہ اسکے پاس ایک

اندھا آیا، تنگ کیا معلوم ہے شاید وہ پاکیزہ باطن ہو جائے،

کیونکہ یہ بے اعتنائی اس ”سلسلہ زربین“ کی ایک کڑی کو نظر انداز کر دیتی ہے جو مذہب کی ریڑھ کی ہڈی ہے،



تمدن جدید اور مذہب | لیجان کا خیال ہے کہ

”کسی عقیدہ کی قوت و نفوذ کو صرف وہی عقیدہ ضعیف کر سکتا ہے جو قوت اور نفوذ میں  
اُسکے برابر ہوگا“

اس بنا پر اس کے نزدیک

”ایمان کا دشمن صرف ایمان ہی ہو سکتا ہے“

استقدر مسلم ہے کہ اس زمانہ میں بہت دشمنان ایمان پیدا ہو گئے ہیں اور مذہب کی طاقت  
بالکل زائل ہو گئی ہے، خود لیجان کو یہ رونا ہے کہ

”اب خدا، نظام حکومت اور مذاہب سب کے سب گوشہ نشین ہو گئے ہیں اس زمانہ کے

تمدن نے تقریباً ان تمام اصول کو فنا کر دیا ہے جن سے عادت اور عقیدہ کو مدد ملتی تھی،

اسلئے اُنکا اثر زائل ہو گیا ہے“

کوئی تمدن بغیر اصول کے قائم نہیں رہ سکتا، اسلئے سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں کونسا

اصول ہے جو مذہب کا قائم مقام ہو سکتا ہے، لیجان کے نزدیک،

”قدیم اصول جو تمدن کا ماخذ تھے اپنے نفوذ و قوت کو کھو چکے ہیں اور جدید اصول کو اب تک

ثبات و استحکام حاصل نہیں ہوا ہے“

اسلئے موجودہ دنیا جن ستونوں پر قائم ہے وہ خود متزلزل ہیں اور اسلئے،

”جب تک ان اصول کی جگہ جدید اصول نہ قائم ہو جائیں خیالات میں طوائف الملوک کی

قائم رہیگی“

موجودہ تمدنی اصول میں صرف ایک اصول سب سے زیادہ مستحکم اور راسخ ہو گیا ہے، یہاں تک کہ

وہ اپنی کامیابی کے اس دور کو پہنچ گیا ہے، جس میں اصول کی تشریح صرف ایک لفظ میں کی جا سکتی ہے

”قرون وسطیٰ میں اس قسم کے الفاظ کی مثال کے لئے جنت اور دوزخ سے بہتر لفظ نہیں

مل سکتا، اور مزدوری پیشہ جماعت کے لئے اس زمانہ میں اشتراکیت کا لفظ بھی اسی قسم کا

نجیب و غریب اثر رکھتا ہے“

موجودہ تمدن نے جو مختلف فرقے پیدا کر دیئے ہیں، ان میں قوت ایمان کے لحاظ سے

صرف سوشیا لٹ ہی لوگ قدیم مذہبی گروہ کے حریف مقابل ہو سکتے ہیں، اس لئے اس  
اصول کی بنا پر کہ

”فتح ہمیشہ ایمانداروں ہی کو ہوتی ہے“

اگر یہ تسلیم کر دیا گیا ہے کہ

”مستقبل صرف اُنکے ہاتھ میں رہے گا تو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ اس زمانہ میں سوشیا لٹ

فرقہ کے سوا کسی گروہ کا عقیدہ پختہ اور صحیح نہیں ہے،

اس گروہ کی راہ میں صرف ماہران سیاست کا گروہ حائل ہے، لیکن،

”وہ اپنی قوت یقین کو اس پیرردی کے ساتھ ضائع کر چکا ہے کہ ان برابرہ کے

سیلاب کو بھی نہیں روک سکتا جو ہر طرف سے آئندہ آئندہ کے اسکا محاصرہ کر لینا چاہتا ہے“

اسلئے اس گروہ کی شکست، اور سوشیا لٹ فرقہ کی فتح یقینی ہے، لیکن ایسا راسخ عقیدہ، ایسا

مستحکم مذہب، ایسا قوی گروہ دنیا کے لئے اعلیٰ برکات کا خزانہ کھول سکتا ہے، جسکو مذہب نے

قرون وسطیٰ میں وقف عام کر دیا تھا، لیجان کے نزدیک مذہب ایک مرقع امید ہے کیونکہ،

”مذہب خوف سے نہیں بلکہ امید سے پیدا ہوتا ہے“

اور اشتراکیت اور فوضویت ہمہ تن یاس و حرمان میں اسلئے

جن لوگوں نے ایمان کی قوت کو کو دیا ہے اور یاس و حرمان سے اُنکے قلوب کا



احاطہ کر لیا ہے وہ انہیں دونوں الفاظ کا لغو بلند کرتے رہتے ہیں،

پھر ایسی حالت میں کیا

”ایک یورپین جو ایک دائمی اضطراب میں مبتلا رہتا ہے اور جس کے اعصاب و دماغی متزلزل ہو گئے ہیں، جو اپنی تقدیر پر قانع نہیں ہے، اس مشرقی آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہے جو راضی برضا سے اٹھی ہے؟“

مذہب نے ہمیشہ دنیا کی ہر طاقت کو زندہ رکھا تھا، لیکن اشتراکیت موجودہ دور کی سب سے بڑی طاقت کو فنا کرنا چاہتی ہے، اس زمانہ کی تمدن قوموں نے ”براعظم یورپ میں سچا پاسبانوں کی ایک قطار کھڑی کر دی ہے“ اور یہی انکی سب سے بڑی طاقت ہے لیکن لیباں پوچھتا ہے

”کہ اسکا بیٹہ افلاس کے سوا اور کیا ہوگا؟ اور اگر بالفرض اس فوج گران نے اپنی دولت، اتحاد اور قوت کا کچھ حصہ محفوظ بھی رکھا تو اشتراکیت جو شخصی حکومتوں کے مناکر انکی جگہ ایک عام قومی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے اسکو ایک نہ ایک دن ضرور فنا کر دیگی“

اور اسکا آخری بیٹہ یہ ہوگا کہ

اقتصادی لڑائیوں کے بعد اشتراکیت وحشی قوموں کے لئے راستہ صاف کر دیگی اور

وہ ٹوٹ ٹوٹ کر یورپین قوموں پر گریگی اور انکے تمدن کو ننگل جائیگی،

پس موجودہ زمانہ میں کوئی تمدنی اصول صحیح طور پر مذہب کا قائم مقام نہیں ہے اور اگر دنیا نے اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھا ہے تو اب اسکو اور بھی زیادہ یاد رکھنا چاہیے کہ

”مرنے والے مہودوں سے زیادہ کوئی چیز زیادہ برباد کرنے والی نہیں ہے“

موجودہ دور میں مذہبی جذبات بالکل پتھر ہو گئے ہیں، اور اب تک جدید اصول کاغذ پر

نہیں ہوا ہے اسلئے تمدنی ترقی کا سنگ بنیاد بالکل متزلزل ہے، اور خیالات میں ایک عام طوائف الملکی پائی جاتی ہے،

البتہ اس طوائف الملکی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ بحث و مناظرہ کی تحمل ہو سکتی ہے اس بنا پر ہر افشا پرداز، ہر فلسفی، اور ہر غور و فکر کرنے والے دماغ کو شکر گزاری کے ساتھ اس دور سے سرعت کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہیے، اس دور کو اگرچہ انحطاط و تنزل کا دور خیال کیا جاتا ہے تاہم اس میں عقل کو کامل آزادی سے فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل ہے، اسلئے ہر شخص کو اس آزادی سے جلد فائدہ اٹھالینا چاہیے، کیونکہ،

”یورپین قومیں ایسے دور کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں جو بحث و مباحثہ اور حریت آزادی کی تحمل نہیں ہو سکتا، جسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی جدید مذہب اسوقت تک استحکام حاصل نہیں کر سکتا جب تک انہیں نقد و بحث کا سد باب نہ ہو جائے، اور قدیم مذاہب کی طرح وہ معارضہ کا تحمل نہ کر سکے“

لیکن درحقیقت یہ بحث،

”منایت خطرناک ہے کیونکہ قومی زندگی پر بے زیادہ اساسی اصول کی تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہے، شورش اور جنگ بہت زیادہ موثر چیز نہیں، انکی پیداکی ہوئی خرابیوں کی صلاح ہو سکتی ہے، لیکن ان اصول کے بدلنے سے تمام تمدنی شاخوں میں تغیر پیدا ہو جائے گا اسلئے جس شورش سے تمام قوموں کی زندگی معرض خطر میں پڑ جائیگی، وہ صرف وہ شورش ہے جو خیالات و افکار میں پیدا ہوگی۔“

اسوقت دنیا اسی قسم کی تجربہ گاہ بنی ہوئی ہے، اسلئے ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ تمدن نے مذہب سے آزاد ہو کر دنیا کو ایک عظیم الشان خطرہ میں مبتلا کر دیا ہے،



# بَابُ التَّحْقِيقِ فِي تَعْلِيمِ

## تاتاری مسلمان

### اور تعلیم عربی

از مولانا عبد السلام ندوی

اس جمل ہندوستان میں اصلاح نصاب و اصلاح مدارس عربیہ کی جو تحریک جاری ہے صرف علمائے ندوہ ہی اس بدعت کے مجدد نہیں بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کے علمائے بھی علمائے اس تحریک کی تائید کی ہے اور جن اسباب نے علمائے ندوہ کو اس پر آمادہ کیا ہے انہیں نے دوسرے ممالک کے علمائے کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے

اس وقت ہمارے سامنے تاتاری مسلمان ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ جامد، متعصب اور تقلید پرست ہیں، لیکن زمانہ نے انکو بھی اسی سانچے میں ڈھال لیا ہے جس میں ہم ڈھلنا چاہتے ہیں

تاتاری مسلمانوں میں تعلیم عربی کا نظام نہایت فیاضی اور نہایت وسعت کے ساتھ قائم ہے، اور وہ اس میں حکومت کی سرپرستی و اعانت کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ جب کبھی حکومت نے انکے نظام تعلیم میں مداخلت کرنا چاہا ہے تو انھوں نے نہایت سختی کے ساتھ انکار کیا ہے، انھوں نے اپنے بچوں اور اپنے نوجوانوں کے لئے جو مکاتیب و مدارس قائم کئے ہیں، کچھ قرآن کے زمانہ سے پہلے غالباً ان مکاتیب و مدارس کی تعداد کم تھی، لیکن جب اس نے تعمیر ساجد و قیام مدارس کی عام آزادی دی تو اس میں ترقی ترقی ہوئی، اور رفتہ رفتہ ہر گاؤں

ہر محلہ، اور ہر مسجد کے پہلو میں مکاتیب و مدارس قائم ہو گئے، چنانچہ چھوٹے چھوٹے گاؤں جہاں روسی قوانین کے رُوس سے مسجد تعمیر نہیں کی جاسکتی تھی، وہاں اگرچہ مکاتیب قائم نہ ہو سکے تاہم خود وہاں کے امام کے متعلق یہ خدمت کی گئی کہ وہ وہاں کے بچوں کو خود انکے گھروں پہ جا کر تعلیم دے، عیسائی پادریوں نے جب نظام تعلیم میں تغیرات کر کے عیسائیت کو پھیلانا چاہا تو بعض صوبوں کے مکاتیب کی ایک فہرست مرتب کی جو حسب ذیل ہے

قازان ۷۳۰ اودا ۱۰۰۰

ان مکاتیب میں جو طلباء تعلیم پاتے تھے انکی تعداد ۴۰۰۰ تھی، اگر ان صوبوں کی مردم شماری کے لحاظ سے ان مکاتیب کی تقسیم اشخاص پر کی جائے تو صوبہ قازان میں ۷۸۰ آدمیوں کے حصہ میں ایک مکتب پڑتا ہے اور ان میں ۴۰ آدمی تعلیم پاتے ہیں، اسی طرح صوبہ اودا میں ۷۸۴ آدمیوں کے مقابل میں ایک مکتب پڑتا ہے، اور ۲۰ آدمی تعلیم حاصل کرتے ہیں یہ مکاتیب ازنا بعد از ان علماء میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ان میں صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیم دی جاتی ہے

ان مکاتیب کے علاوہ بڑے بڑے مدارس ہیں جنہیں ۱۵ برس کے سن کے لڑکے داخل کئے جاتے ہیں، اور انکو بھی مسلمانوں نے خالص اپنے مصارف سے قائم کیا ہے، سلطنت کی طرف سے جب انتہائی مداخلت ہوئی تو اس ضد سے روسی مسلمانوں میں ساجد کی تعمیر اور مکاتیب و مدارس کے قیام کا اور بھی شوق پیدا ہوا، اور وہ تندرگوں میں انکے متعلق باہم سابقہ پیدا ہوئی، اور ان لوگوں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بکثرت مدارس و مکاتیب قائم کئے اور انکے تمام ضروری مصارف کا بار اپنے سر لیا، پہلے معلمین کی تنخواہیں صدقہ کے مال سے دی جاتی تھیں، اب ان اصرار نے انکی تنخواہیں خود پنا شروع کیں جو مدارس



شہر دن میں قائم تھے، انکا انتظام بھی انہیں امراء کے ہاتھ میں تھا، البتہ گاؤں کے مدارس و کتاب کا انتظام خود طلبہ کرتے تھے، لیکن ان مدارس میں طلبہ کے قیام کا کوئی انتظام نہ تھا چھوٹے بچوں میں بعض لڑکے خود مکتب ہی میں قیام کرتے تھے اور بعض اپنے گھروں پر رہتے تھے لیکن بڑے طلبہ عموماً مکتب و مدارس ہی میں قیام کرتے تھے، سال میں سات مہینے تعلیم دیجاتی تھی جو اکتوبر سے شروع ہو کر اپریل میں ختم ہو جاتی تھی،

ان بچوں کو امام یا مدرس تعلیم دیتا تھا، اور جن مدارس میں اوپر کے درجے کے طلبہ ہوتے ان میں چھوٹے بچے ان پر تعلیم کر دیے جاتے تھے اور وہی انکو تعلیم دیتے تھے،

بچوں کا نصاب اور طریقہ تعلیم یہ تھا کہ دو سال تک صرف اس قدر تعلیم دیجاتی تھی کہ طلبہ میں حروف شناسی اور الفاظ کے صحیح تلفظ کی قابلیت پیدا ہو جائے، اسکے بعد قرآن مجید اور قرآن مجید کے بعد بعض ترکی رسالے پڑھائے جاتے تھے جو خرافات کا مجموعہ ہوتے تھے، پھر اسکے بعد بعض فارسی اور عربی رسالے مثلاً شروط الصلاة، چل حدیث، باب ایک حکایت، تعلیم الصلاة اور تحفۃ الملوک کی تعلیم دیجاتی تھی، اسکے بعد صرف دس شروع کرانی جاتی تھی اور اس میں دو کتابیں یعنی بدایہ، اور شرح عبد اللہ فارسی پڑھائی جاتی تھی اور اس میں تقریباً دوہیں کی مدت صرف ہوتی تھی،

اسکے بعد نحو میں عوامل جرجانی، انودج زمرخشی، کافیه، شرح جامی مع حاشیہ، عبد الغفور و عصام و لبیب پڑھائی جاتی تھی، اور اسپر نحو کی تعلیم کا خاتمہ ہو جاتا تھا، اب منطق کی باری آتی تھی اور اس فن میں شرح ایساغوجی مع حواشی ملا لقمان، ملا صادق، محی الدین بردعی، اور حاشیہ سیالکوٹی، قطبی مع حاشیہ میسر یا لکوٹی اور مفتی زادہ پڑھائی جاتی تھیں، اسکے بعد علم کلام شروع کرایا جاتا تھا، اور اس میں شرح عقاید نسفی، مع حاشیہ خیالی، سیالکوٹی، اور ملا احمد وغیرہ کی تعلیم دیجاتی تھی،

اسکے بعد پھر منطق کا سلسلہ شروع ہوتا تھا، اور اس میں سلم، قاضی مبارک، حمد اللہ، ملا حسن، ملا جلال، میرزا ہدیہ پڑھائی جاتی تھیں،

فلسفہ میں صرف الہیات شرح حکمت ابن سینا، اور اصول فقہ میں توضیح و تلخیص، اور علم کلام میں شرح موافق کی تعلیم دیجاتی تھی، بعض مدارس میں عقاید نسفی کے بعد شرعۃ الاسلام، طریقہ محمدیہ، اور عین العلم کی تعلیم بھی ہوتی تھی اور انکو فن حدیث کی کتاب خیال کیا جاتا تھا، بعض مدارس میں مختصر الوقایہ اور ہدایہ بھی داخل درس تھیں، تفسیر و حدیث کی کوئی کتاب داخل درس نہ تھی، بعض اساتذہ مشکوٰۃ اور بیضاوی البتہ پڑھاتے تھے،

یہ نصاب تعلیم بالکل مدارس بخارا کے طرز پر قائم کیا گیا تھا، اور اس نصاب کے ختم کر لینے کے بعد ہر شخص عالم جید کے لقب کا مستحق ہو جاتا تھا، اور سب بڑا عالم وہی خیال کیا جاتا تھا جو ان کتابوں کو پڑھ کر دوسرے کو پڑھا دے،

ان فارغ التحصیل طلبہ کے نزدیک بخارا ہی سب سے بڑا علم کا مرکز تھا، اسلئے تعلیم سے فارغ ہو کر کم از کم ہر مستعد طالب علم سمرقند اور بخارا کا سفر لازمی طور پر کرتا تھا، اور وہاں کم از کم دو تین برس قیام کرتا تھا، بخارا کا یہ علمی سفر اگرچہ نتائج کے لحاظ سے کچھ مفید نہ تھا، تاہم جس شوق سے طلبہ اس سفر کا احرام باندھتے تھے، اس سے علمائے سلف کے قدیم علمی شوق کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، بہت سے طلبہ اس سفر پر اپنی کتابیں، اور پیٹھ پر اپنا اسباب لا کر نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ بخارا کو روانہ ہو جاتے تھے، بخارا میں چونکہ مکانات کرایہ پر ملتے تھے، اور ان طلبہ کا افلاس اسکو برداشت نہیں کر سکتا تھا، اسلئے بہت سے طلبہ نواح آباد میں جہاں طلبہ سے قازان کو مکانات مفت ملتے تھے اور جو بخارا سے ایک میل کے فاصلہ پر رہے قیام کرتے تھے، اور وہاں سے بخارا میں آکر درس حاصل کرتے تھے، اس طرح انکو



آنے جانے میں روزانہ دو تین میل پاپیادہ چلنا پڑتا تھا، جو طلباء ان تکالیف کی وجہ سے مبتلائے مرض ہو کر انتقال کر جاتے تھے، وہ اس خیال سے کہ انھوں نے شوق علم میں جان دی ہے اپنے آپکو شہید خیال کرتے تھے،

حکومت نے بعض پولیٹیکل مصالح سے طلباء کو بخارا کے سفر سے روکنا چاہا، لیکن یہ روک ٹوک بھی انکے علمی شوق میں خلل انداز نہ ہوئی، اور اب انھوں نے تجارت کے بہانے سے بخارا کا سفر شروع کیا،

جو طلباء بخارا میں اپنی تعلیم کی تکمیل کر چکے تھے، ان میں بعض کو امراء بخارا وظیفہ دیکر خود درس و تدریس کے لئے روک لیتے تھے، اور بعض اپنے وطن میں اگر اپنی قوم کے طلباء کو تعلیم دیتے تھے، لیکن جب بخارا و سمرقند روس کے زیر اقتدار آ گئے تو روسی مسلمانوں کے دل سے انکی علمی وقت جاتی رہی، اور انھوں نے دوسرے ممالک کا رخ کیا، خوش قسمتی سے ریل اور جہاز نے راستہ کی مشکلات کو کم کر دیا تھا، اسلئے قسطنطنیہ، مصر، اور حرمین کا سفر آسان ہو گیا، اور وہاں کے طریقہ تعلیم و نصاب درس کو پڑھ کر انہیں معلوم ہوا کہ بخارا کو جو کچھ علمی فضیلت حاصل ہو وہ زمانہ گذشتہ کے لحاظ سے ہے، موجودہ حالت میں اسکا علمی پایہ کچھ بلند نہیں ہے، اسلئے اکثر طلباء نے بخارا کے سفر کو ترک کر دیا، اور یہ گویا انکی تمام تر اصلاحات کا سنگ بنیاد تھا،

اب مختلف ممالک کے سفر اور مختلف ممالک کے مسلمانوں کے میل جول سے انکو معلوم ہوا کہ انھوں نے جو طریقہ تعلیم اختیار کیا تھا، اسکے ذریعہ سے نہ سلف کی طرح، حدیث، تفسیر، فقہ، اخلاق، اور معانی و بیان میں مہارت پیدا ہوتی، نہ ترقی یافتہ قوموں کی طرح علوم جدیدہ میں کمال حاصل ہوتا، اسلئے جبکہ تمام قومیں آگے بڑھ رہی ہیں، تاریخی اپنا قدم پیچھے ہٹا رہی ہیں

اسی زمانہ میں ابتدائی تعلیم کے بعض جدید اصول کو جو قسطنطنیہ میں رائج تھے، اسماعیل مرزا قریبی اپنے ملک میں بھی رائج کیا اور اپنے اخبار ترجمان کے ذریعہ سے انکے فوائد کی اشاعت کی، جنکو وہاں کے برگزیدہ اصحاب نے قبول کر لیا، اور رفتہ رفتہ انکے مطابق بیان بھی تعلیم کا رواج ہو گیا، اسکے بعد ابتدائی تعلیم کے نصاب میں جو لغو و مزخرف رسالے داخل تھے وہ خارج کر دیئے گئے، اور اسکے بجائے ایسے رسالے داخل کئے گئے جو اعتقادات، عبادات اور معاملات کے سائل پر مشتمل تھے، اسکے بعد صرف و نحو کی بعض ابتدائی کتابیں تاری زبان میں ترجمہ کی گئیں، تعلیم کیلئے تنخواہ دار معلمین مقرر کئے گئے، جنکا کام تعلیم کے سوا اور کچھ نہ تھا، تعلیم کے اوقات مقرر کئے گئے، نصاب سے غیر مفید کتابیں نکال ڈالی گئیں، اور ضروری علوم مثلاً معانی بیان، بدیع، عروض، تفسیر، اور حدیث کی کتابیں داخل کی گئیں، بعض جدید علوم مثلاً حساب، جغرافیہ، اور تاریخ کی کتابیں بھی داخل نصاب کی گئیں،

اصلاح نصاب کے علاوہ اور مختلف قسم کی اصلاحات عمل میں آئیں، پہلے مدرسہ میں طلباء کے آنے جانے کا وقت مقرر نہ تھا، اب وقت مقرر کیا گیا، پہلے طلباء اپنا کھانا خود پکاتے تھے، اب کھانا پکانے کے لئے باورچی مقرر کئے گئے، اس طریقہ سے طریقہ تعلیم اور مدارس عربیہ کی حالت میں ایک محسوس اصلاح ہو گئی، اور یہ طریقہ تمام ملک میں اصول جدیدہ کے لقب سے مشہور ہوا، امراء کو اس طریقہ کے فوائد نظر آئے تو انھوں نے نہایت فیاضانہ طریقہ سے اسکی حوصلہ افزائی کی، اور خود اپنے مصارف سے متعدد مکاتب و مدارس قائم کئے، جنہیں اسی اصول کے موافق تعلیم دینا لگی، لیکن موافقین کے ساتھ ساتھ علماء میں ایک گروہ مخالفین کا بھی پیدا ہوا، جنہیں دو قسم کے لوگ تھے، ایک تو محض رشک و حد سے اس طریقہ کو بدعت، کفر، اور اصول سلف کے مخالف سمجھتے تھے، اور دوسرے لوگ حقیقتہً اپنی جہالت و ناواقفیت



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سورہ یوسف سے ایک واقعہ کی تفسیر

انجناب ذاکر صادق علی صاحب کپورتہ

آیت ذیل کے بارہ مین علمائے کرام اور افاضل علم سے موداً بہ استفسار کیا جاتا ہے،  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ يُوْسُفُ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرَاهَا  
 فِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاعْتَدَتْ لَهُنَّ مَتٰكًا وَاَتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِلْكِيْنًا  
 وَقَالَتْ اُخْرِجُوْنَّ عَلَيَّ هٰذَا فَلَمَّا اَرٰىنَّ الْكِبْرٰىنَهُ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِذَا  
 هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

ان آیات کی تفسیر میں جو کچھ مفسرین رحمہم اللہ نے لکھا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ زوجہ عزیز کا  
 ایک غلام پر عاشق ہونے کا اور غلام کے نفرت کرنا چاہنے کا، تو اس نے چرچا کرنے والی  
 عورتوں کی دعوت کی، ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی، یوسف علیہ السلام کو انکے سامنے کیا  
 سب انکے کمال حسن کا اعتراف کیا اور ایسی مدح و تحسین کہ اپنے ہات کاٹ ڈالے،

اس تفسیر کی نسبت ایک تو یہی معلوم نہیں کہ سند کیا ہے، کتابوں میں چند قدامت مفسرین کے  
 حوالے خشک درج ہیں، لیکن قدامت کا قول بھی جب تک اسکے ساتھ روایت و درایت کی سند  
 منورہ سے اصول اسلامی معتبر نہیں، دوسرے اس تفسیر پر کئی طرح کا اشتباہ ہوتا ہے کیونکہ اگر  
 چرچا کر نیوالی عورتوں کا بھی اعتراض ہوتا کہ زوجہ عزیز عبرانی غلام کے ساتھ ناجائز تشن کا جرم  
 کیون کرتی ہے، تو ان کا یہ اعتراض بجا اور انکا خیال نہایت پاکیزہ ہوتا، مگر قرآن میں ان کے

اسکو برا سمجھتے تھے اور اس پر سخت لعن و لعن کرتے تھے، ان لوگوں کو مخالفت کا ایک اور موقع  
 یہ ہاتھ آیا کہ فرقہ یزیدیہ کے چند متبعین نے اپنے آپکو اصول جدیدہ کا پیرو مشہور کر کے بعض  
 باتوں کی اشاعت کی جو شریعت کے مخالف تھیں، مثلاً یہ کہ اصول جدیدہ ہکو وارہی منڈا  
 موچھ پڑھانے، راگ باجاسنے، عورتوں کو بے پردہ کرنے، تصویر نگانے، اور کفار کی وضع  
 کر نیکی اجازت دیتا ہے،

اخبار شرق الروس انہیں لغویات کی اشاعت کے لئے نکالا گیا، اور اس نے ان  
 لوگوں کے مضامین کو نمک مرچ لگا کر نہایت خوشی سے شائع کرنا شروع کیا، مخالفین  
 ہاتھ یہ حربہ لگا تو انھوں نے ہر موقع پر اس سے کام لیا، اور عوام میں اس طریقہ تعلیم کے مستعمل  
 سخت برائی پیدا دی، اسکے مقابلہ میں موافقین نے یہ غلطی کی کہ ان لغویات کا جواب  
 کرنا تصحیح اوقات سمجھا، اسلئے جن لوگوں پر ان مضامین کا اثر پڑ چکا تھا وہ اور راسخ ہو گئے  
 اور وہ یہ سمجھے کہ یہ خاموشی رضا تسلیم کے مرادف ہے،

جو لوگ مصر، قسطنطنیہ، اور حرمین شریفین کا سفر کر کے آئے، اور جن طلباء نے  
 اصول کے موافق تعلیم پائی، ان میں بعض نے درحقیقت بہت سی باتوں میں قولاً و عملاً شریعت  
 کی مخالفت کی اسلئے انکے قول و عمل کے ذریعہ سے مخالفین نے عوام کو اور بھڑکایا، اور  
 ہندوستان میں آج جو حالت قائم ہے، بعینہ وہی تاتاریں بھی قائم ہو گئی،



خیال کو مکر سے تعبیر کیا گیا، مگر قرآنی اصطلاح میں باتوں و ذریعہ کے مذموم معنوں میں مستقل ہے یا کسی پوشیدہ تدبیر کے معنوں میں، حالانکہ کسی فعل بد کے ارتکاب کا تذکرہ نہ فن و ذریعہ ہے نہ مخفی تدبیر اس لئے عورتوں کے جس فعل کو مکر کہا گیا ہے وہ صرف زینحاک کے الزام ہی کا تذکرہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ اور بھی ہوگا، خود مفسرین کو یہ اعتراض ہو جاتا ہے اور وہ کئی طرح سے تاویل کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ عورتوں نے اس بہانے سے یوسف علیہ السلام کو دیکھنا چاہا ہوگا اور یہ مکر ہے لیکن جواب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام پردہ نشین نہ تھے، شہر کے گلی کو چون مین بے تکلف چلتے پھرتے ہونگے، انکو دیکھنا مشکل نہ تھا اور مصر کی عورتوں میں ایسی پردہ نشینی کا بھی ثبوت نہیں کہ نہ گھر سے باہر نکلیں نہ گھر کی دروازہ میں سے باہر جانا سکلیں اور بالفرض وہ ایسی پردہ نشین ہوتیں تو گھر میں بلا کر یوسف علیہ السلام کو بے تکلف انکے سامنے بلایا بھی نہ جاتا بلکہ کسی حیلہ بہانہ چق یا پردہ کے اندر سے انہیں دیکھنے کا موقع دیا جاتا، لیکن قرآن میں صاف کہا گیا ہے کہ اس نے یوسف کو انکے سامنے باہر نکالا،

پھر ہاتھوں کو کاٹ لینا اگر بے اختیاری اور شدت جبرت کا فعل ہو تو ایسے افعال و فتنے سرزد ہوا کرتے ہیں اور پہلے سے معلوم نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مختل الحواس ہو جائیگا تو اس سے کس قسم کی حرکت سرزد ہوگی، اگر زوجہ عزیزہ کو یقین ہو تا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ لے یہ عورتیں از خود رفتہ ہو جائیں گی اور دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگیں گی تو اسکا خیال اس قسم کے کسی ایک فعل پر مرکوز نہیں ہو سکتا تھا اور یہ یقین کرنا کہ کوئی وجہ نہ تھی کہ بدحواس ہو کر وہ ضرور اپنے ہاتھ ہی کاٹیں گی، بلکہ وہ گمان کر سکتی تھی کہ ممکن ہے بیہوش ہو کر گر پڑیں، ممکن ہے کہ پیچھے چلانے لگیں، ممکن ہے شدت اضطراب میں یوسف سے پیٹ جائیں اور انکے ہاتھ میں کوئی حربہ دیا جائے تو ممکن ہے ہاتھ کاٹ لیں، ممکن ہے کوئی اپنا گلا کاٹ لے کوئی جسم کے

کسی اور حصہ کو نقصان پہنچائے اور جو عورت چھری ہاتھ میں لے ہوئے یوسف کو چپٹ جائے وہ چھینا چھٹی میں ممکن ہے یوسف ہی کو زخمی کر دے اور ممکن ایک طرف بلکہ ضرور ہے کہ بے اختیاری میں جب حربہ سے کام لیا جائے تو سب ایک ہی قسم کا فعل سرزد ہو بلکہ کسی کا ہاتھ کٹے کسی کی ناک، کسی کا گلا، اور کسی کے ہاتھ سے کسی اور کو نقصان پہنچے، پس یوسف کے جمال کا اعجاز اور دیکھنے والوں کے بے اختیار ہونیکا تا شام مقصود ہوتا تو سب کے ہاتھ میں چھری دینے کی ضرورت نہ تھی، بیہوشی اور بدحواسی چھری کے بغیر بھی ثابت ہو سکتی تھی اور چھری دینے میں اتنے مختلف الاشکال اور خوفناک حادثوں کا احتمال تھا اور بالخصوص خود یوسف علیہ السلام کو نقصان پہنچ جائیگا جسکو زینحاک برداشت نہ کر سکتی، مگر لکھا یہ ہے کہ جس طرح انکے فرش و بستر کا اہتمام کیا گیا ہے، اسی طرح سب کے لئے چھری میتا کر نیکا خاص اہتمام کیا ہے، پس ضرور ہے کہ اسکی غرض بھی ہتم بالشان اور نتیجہ خیز ہوگی، اگر کہا جائے کہ چھری کو کھانا کھانے میں استعمال کرنا مقصود تھا تو پھر یہ قرین قیاس نہیں کہ چھری کے ساتھ کھانے کی چیز سب ایک ہی وقت میں کھانی شروع کی ہو، بالخصوص اس وقت میں جب یوسف علیہ السلام انکے سامنے آئے اور پھر سب عورتوں پر جو مختلف لطایلح اور مختلف الاحساس ہونگی اثر بھی ایک ہی ہو کہ کھاتے کھاتے ہاتھ کاٹ لیں، نہ کوئی ان میں سے ضبط کر سکے، نہ کوئی زیادہ بیقرار ہو کر کسی اور حرکت کا ارتکاب کرے، نیز حسن و جمال کے نظارہ سے ایسا مدہوش ہونا کہ انسان اپنے تئیں زخمی کرے ابتداء سے آفرینش سے آج تک ایسا کوئی واقعہ سننے میں بھی نہیں آیا اور خود زوجہ عزیز جو یوسف علیہ السلام کی سب سے زیادہ عاشق تھی، خود اسپر بھی ایسا حادثہ نہیں گذرا، غرض اس تفسیر میں عورتوں کے الزام کو اور انکے ہاتھ کاٹنے کو جس شکل میں بیان کیا گیا ہے، غیر مخصوص اور خلاف سیاق و سباق ہونیکے علاوہ سراسر خلاف عقل اور غیر مربوط ہے،



اس تفسیر سے قطع نظر الفاظ قرآن سے جو گمان غالب پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ زوجه عزیز کی نسبت مصر کی چالاک عورتوں میں چرچا یہ ہوا ہوگا کہ عجب نادان ہے، غلام کو اپنی جانب راغب کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور محنت میں بدنام ہوتی ہے، جو ان آدمی کا پسلا لینا کیا شکل ہے، خود جو ان عورت ہے، خود بصورت ہے، اپنے غلام کے جسم و جان پر ہر طرح کا اختیار رکھتی ہے، ہم اگر اسکی جگہ ہوں تو دم بھر میں سید پا کر لین، ویسے نہ مانے تو ڈراؤ ہمکا کر راہ پر لگا لیں، یہ عیاری اور بد معاشی کی باتیں ہیں جو زلیخا نے سنی ہوئی، اور انکو بلا بھیجا ہوگا یا تو اسلئے کہ انکو یوسف علیہ السلام کی غیر معمولی عصمت کا قائل کرے یا اس خیال سے کہ انکی تدبیر سے خود اسکا اپنا کام بھی بچاے، چنانچہ وہ آئین تو ضرور پہلے مشورہ ہوا ہوگا، اور ایک خاص مدعا کو مد نظر رکھ کر سبکے لئے بہتر اور چھری مہیا کر دی گئی ہوگی، پھر یوسف علیہ السلام کو انکے پاس بھیجا ہوگا انہیں اپنے آقا کی بیوی کا حکم بجالانے میں کیا عندہ تھا تشریف لے گئے ہوئے، وہ ان عورتوں نے پہلے اپنے ناز و کرشمہ سے کام لیا ہوگا، اسکا اثر نہ کیا ہوگا تو ڈراؤ یا دہمکا یا ہوگا، اس سے عاجز آئی ہوئی تو اپنے ہاتھوں پر ایسے زخم لگائے ہوئے، جیسے کوئی ظالم چھری سے حملہ آور ہوا اور مظلوم ہاتھوں پر اسکے وار کو روکے اور زخم کھائے، یہ اسلئے کہ لے ظالم تو ہمارا کہتا نہیں مانتا تو اب یہ زخم دکھا کر تجھکو مجرم بنائے کہ تو نے ہماری عصمت پر حملہ کرنا چاہا اور ہم نے نہ مانا تو چھری سے حملہ آور ہوا جسکو ہم نے ہاتھوں پر دھکا، اب بھی مان جاؤ نہ مجرم نہ کر سزا یا بیگنا، یوسف علیہ السلام ایک نہ سنی ہوئی تو بے ساختہ انکی زبان سے نکلا ہوگا مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ یہ آدمی نہیں یہ تو فرشتہ ہے،

یہ تفسیر لفظ مکرہ ہر ہاتھ کاٹنے کے واقعہ سے بڑی مربوط ہے، اور باقی قصہ میں بھی کئی جگہ

یہی مطلب متبادر ہوتا ہے،

اول۔ یوسف علیہ السلام اس واقعہ کے بعد دعا کرتے ہیں دب السجن احب الی ما یدعوننی ابیہ ولا تفر عنی کیدھن اصباہن ذاکن من الجاہلین، بیان حق کی ضمیر میں سب عورتوں کو شامل کرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ جس کام کی طرف یہ سب عورتیں بلاتی ہیں اس سے تو قید ہو جانا بہتر، اور اگر تو مجھے انکی چالوں سے نہ بچا بیگا تو میں انکی طرف مائل ہو جاؤں گا، اور اصباہ الیھن نص ہے اس مطلب کی کہ سب عورتیں یوسف علیہ السلام کو اپنی اپنی طرف بلاتی ہیں ورنہ وہ کیوں فرماتے کہ میں انکی طرف مائل ہو جاؤں گا، اور جواب میں خدا فرماتا ہے فصرف عنک کیدھن بیان وہی جمع نوشت کی ضمیر ہے اور سب کے کید سے یہی بہکانا اور اپنی جانب مائل کرنا مراد ہو سکتا ہے ورنہ دیکھ کر بیہوش ہو جانا کوئی کید نہیں،

دوم۔ جن لفظوں میں زلیخا کے بہکانے کا ذکر ہے، انہیں لفظوں میں تمام عورتوں کے فعل کا ذکر کیا گیا ہے، یوسف علیہ السلام کی درخواست پر بادشاہ نے عورتوں سے دریافت کیا ہے تو زلیخا کہتی ہے الان حصص الحق انار و دتہ عن نفسہ باقی عورتوں سے بادشاہ پوچھتا ہے تو وہ بھی یہی کہتی ہیں ما خطبک ان اذرا و دتن یوسف عن نفسہ جب زلیخا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ میں نے یوسف کو اپنی طرف بلایا تو بادشاہ کے کلام کا بھی یہی مطلب ہوگا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف بلایا تو اسے کیسا پایا، یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یوسف کے فرمانے سے یا کسی اور طرح سے بادشاہ کو علم ہو گیا تھا کہ انہیں ان عورتوں نے اپنی جانب مائل کیا تھا، اور یہ وہی واقعہ ہے جبکہ عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے، کیونکہ حضرت یوسف بھی دریافت کرتے ہیں، ما بال الکاتی قطعن ایدھن (ان عورتوں کا واقعہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے)

سوم۔ عورتوں نے بہکانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کا اعتراف کیا تو زلیخا کہتی ہے، فذلک الذی ملہنی فیہ ولقد ارادتنہ عن نفسه فاستعصم بہان اگر



زینچا کا بھی مطلب ہوتا کہ عورتیں میرے محبوب کو فقط دیکھ لیں اور انکے جمال کا اعتراف کریں تو  
 فذلک الذی ملتنی کمنا کافی تھا یعنی دیکھو ایسی چیز ہے جس پر میرے کام مجھے طعنہ دیتی ہو اسکے  
 بعد یہ بھی کہنا کہ میں نے اسکو اپنی طرف راغب کیا مگر کامیاب نہ ہوئی بے محل ہے کیونکہ یہ واقعہ  
 عورتوں کو پہلے سے معلوم تھا اور اسی کا وہ طعنہ دیتی ہیں یہ فقرہ چسپان ہوتا ہے تو اسی صورت  
 میں کہ عورتیں بھی یوسف علیہ السلام کو اپنی جانب راغب کرنے میں ناکام رہی ہوں اور زینچا  
 کہے کہ دیکھو یہ وہ بہادر ہے جس پر قابو پانے کا تم طعنہ دیتی ہیں، اب تم نے بھی اپنی جانب ہلا کر  
 دیکھ لیا کہ وہ بس میں نہ آیا، اسی طرح میں اسے بلاتی تھی اور وہ نہیں مانتا تھا تو مجھے نادان  
 کیوں کہتی ہو،

چہارم - اس واقعہ کے بعد خدا فرماتا ہے تعبد الہومن بعد ما راؤ ولا یات یشجنہ حتی جین  
 بیان ہم کی ضمیر عزیز اور اسکے کارپردازوں کی جانب راجع ہے اور کہا گیا ہے کہ  
 انھوں نے نشانات دیکھنے کے بعد اسے قید کرنا مناسب سمجھا، بیان نشانات سے مراد  
 اگر معجزات ہوں تو اول تو قرآن میں یوسف علیہ السلام سے اس غلامی کے زمانہ کا کوئی معجزہ  
 مروی نہیں، ایک شہادت دینے والا بکا ذکر ہے جسکی نسبت قرآن کریم میں مذکور نہیں کہ وہ  
 شیر خوار بچہ تھا، دوسرے اگر روایات کے بموجب اسکو شیر خوار بچہ بھی مان لیا جائے جب بھی  
 یہ صرف ایک معجزہ ہوگا، اور بیان آیات جمع کا لفظ ہے، اور معجزہ کے معنی لئے جائیں تو  
 کئی معجزے ہونے چاہئیں، تیسرے اگر بہت سے معجزات فرض کر لئے جائیں تو معجزات کے  
 دیکھنے کے بعد جب انکی عظمت ستم ہو چکی ہو قید میں بھیجے کی تیاری کرنا ناقابل فہم بات ہے،  
 معجزات کو دیکھ کر وہی فیصلہ ہونا چاہیے تھا جو عزیز نے شہادت سننے کے بعد کیا تھا کہ یوسف کو  
 جدار ہنے کا حکم دیا اور زینچا کو ملامت کی، پس بیان آیات سے معجزات مراد ہونگے بلکہ وہ

نشانات مراد ہونگے جو عورتوں نے مکاری سے حضرت یوسف کو مجرم بنانے کیلئے بنائے تھے،  
 اور ضرور عورتوں نے اپنے زخم دکھا کر یوسف علیہ السلام پر الزام قائم کیا ہوگا جسپر دیکھنے والوں نے  
 کچھ یقین کیا ہوگا کہ زخم موجود تھے، اسلئے فیصلہ کیا ہوگا کہ ٹھوڑی سزا قید کی دیدو،  
 پنجم - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں  
 حضرت عائشہ کے کہنے سے حضرت حفصہؓ نے حضرت عمرؓ کی سفارش کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا  
 انکن صواحب یوسف اس فقرہ میں حضرت حفصہ کی ایک طرح کے غلط مشورہ دینے پر  
 اور حضرت عمر کے امام بنانے کی ترغیب پر انہیں یوسف کی بھراہی عورتوں سے تشبیہ دی ہے  
 تو ضرور ان عورتوں نے بھی یوسف علیہ السلام کو بری ترغیب دی ہوگی، جمال دیکھ کر غش  
 ہو جائیں تو انکی یہ تشبیہ موزون ہوتی،

یہ تفسیر جو علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے، راقم کے خیال میں قرآن کریم  
 اور حدیث کی دلالت النص اور اشارۃ النص سے ثابت ہوتی ہے، اور ہر طرح مناسب حلال اور مربوط  
 حضرات علماء سے درخواست ہے کہ اسکی نسبت اپنی رائے مفصل و مدلل تحریر فرمائیں اور عند اللہ  
 باجور ہوں، خدا فرماتا ہے، وَلَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ وَلَا تَحْزَنْهُمْ حَبًّا وَلَا نَبَاتًا  
 اللَّهُمَّ ادِّنا الحقَّ حقًّا والباطلَ باطلًا

معارف: آپ نے ان آیات کی جو تفسیر کی ہے حضرت الاستاذ علامہ شبلی نے اپنے خلعہ درس  
 قرآن مجید میں بھی یہی تفسیر فرمائی تھی، اس تواریخ خیال پر غالب کا یہ صریح باور ہے،  
 متاع من زہنا نمانہ ازل برہ است



# بالتفیط والاہما

## اساس التعلیم

اثر خاصہ: مولوی عبدالجبار بی۔ اے ایم آر اے ایم اے ایس

عام خیال یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کا کام ہر شخص انجام دے سکتا ہے، اور معلم کیلئے اصول تعلیم کی واقعیت بالکل ضروری نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ بے بنیاد کوئی خیال نہیں، جہن شہدہ نہیں کہ ہر زمانہ میں صد ہا ہزار معلم ایسے ہوتے رہے ہیں (اور اب بھی موجود ہیں) جنہوں نے فن تعلیم کی باضابطہ تحصیل کے بغیر اپنے فرائض کو نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ لیکن اس سے عام خیال کی صحت ثابت نہیں ہوتی، بشمار انسان جن جو بغیر کسی طب کی طرف رجوع کئے امراض سے شفا یاب ہو جاتے ہیں، مگر کیا اس سے فن طب کا بغیر ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے؟ لاکھوں کروڑوں آدمی بغیر منطق کا ایک حرف پڑھے صحیح نتائج تک پہنچ جاتے ہیں، لیکن کیا اس سے فن منطق کی عدم ضرورت پر استدلال کرنا صحیح ہوگا؟

یورپ میں ایک بڑی حد تک اس عام غلط فہمی کی اصلاح ہو گئی ہے، اور فن تعلیم نے ایک مستقل و باضابطہ فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے، ہر سال صد ہا کتابیں اس موضوع پر شائع ہوتی ہیں، اور سیکڑوں ہفتہ وار و ماہوار پرچہ نکلتے ہیں، جنہیں عام تعلیمی معلومات کے ساتھ تعلیم کے مختلف طریقوں پر بحث ہوتی ہے، اور معلمی کے اصول شرح و مبسط سے بیان کئے جاتے ہیں، صد ہا محققین نے اپنی عمریں اسی فن کی تحصیل و مطالعہ کے لئے وقف کر دی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تحقیقات کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، اکتشافات ہوتے رہتے ہیں،

اور ہر روز جدید کلیات وضع ہوتے رہتے ہیں

ہندوستان میں شاید ابھی وہ دن نہیں آیا ہے کہ اس فن کے مجتہدین و محققین پیدا ہوں جو اپنے اجتہادات سے سارے عالم کو سبق دیں، لیکن وہ اگر سبق دینے کے قابل نہیں تو سبق لینے سے تو معذور نہیں، اور کون کھ سکتا ہے کہ اسکی یہ آجکی شاگردی کل کی استاد کی پیش خمیہ نہیں؟ علم و فن کی شعل دنیا میں ہمیشہ یوں ہی روشن ہوتی آئی ہے، جس قوم کے سر پر آج استاد کی دستار نظر آرہی ہے، کل اسے زانو سے تلمذ نہ کرنا پڑیگا، جو قوم آج شاگردانہ حیثیت سے درس لے رہی ہے، کل خود اسکے درس کا شہرہ ہوگا، یہ حال جمہ علم و فن کا ہی، فن تعلیم اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں،

خواجہ غلام الحسن پانی پتی غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے (پنجاب یونیورسٹی کے سماعی جیلہ کے بعد) انجمن ترقی اردو کے حسب ذمائش اسپتھر کی معرکہ الہ آباد فلسفہ تعلیم کا اردو میں ترجمہ کیا، جسکے مطالعہ سے خالص اردو دان جماعت کو نظر آسکتا ہے، فن تعلیم ایک مستقل فلسفہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسکے سائل کس درجہ اہمیت رکھتے ہیں، سرکاری یونیورسٹیاں، ماسٹرون کے لئے جو درسی کتابیں تیار کرتی رہتی ہیں، اگر ان سے قطع نظر کر لیا جائے تو فلسفہ تعلیم کے بعد سے کہنا چاہیے کہ اردو کی رفتار عمل اس سمت میں بالکل رگ گئی تھی، اور ایک آدھ رسالہ جو اس درمیان میں شائع ہوئے، انہیں ملک میں کوئی خاص مقبولیت و اہمیت نہ حاصل ہوئی،

ایک عرصہ دراز کے سکون و جمود کے بعد ایک جوان مرد نے پھر اس میدان میں قدم رکھا ہے، منشی عبدالحق بی۔ اے ال بی، منصف لکھنؤ، ہماری قوم کے ان مستثنیٰ افراد ہیں جن جو عدالتی و سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی دماغی زندگی کو بھی قائم رکھتے ہیں،



اور اس سے بڑھکر یہ کہ اپنے لطف میں اپنے ہم وطنوں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں، حال میں انھوں نے اساس التعليم کے نام سے جو کتاب شائع کی ہے وہ انکے وسیع مطالعہ کا ثمرہ ہے۔ اس وقت یورپ میں جو ذات فن تعلیم کی سب سے بڑی ماہر تسلیم کی جاتی ہے وہ طبقہ رجال میں نہیں بلکہ ایک اطالوی خاتون ڈاکٹر مانتی سوری ہے، جسکے نظریات نے یورپ کے تعلیمی طبقوں میں گویا ایک انقلاب برپا کر دیا ہے، اساس التعليم کا اصلی ماخذ اسی ڈاکٹر مانتی سوری کی تصنیفات ہیں، گو ساتھ ہی بعض دیگر شاہرہ علماء مثلاً جیس، اسپنسر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے،

مولف، ایک دلچسپ مقدمہ کے بعد باب اول میں جسم کے ان حصوں سے بحث کرتے ہیں جنکا تعلیم و تربیت سے خاص تعلق ہے، مثلاً دماغ، نخاع، اعصاب وغیرہ، اور جنکے مجموعہ کا نام نظام عصبی ہے، باب دوم میں اسی طرح نفس کے عناصر اصلی کی تشریح و تحلیل کی گئی ہے، باب سوم سے باب پنجم تک نفس کے تاثر اور نشو و نما کے طریقوں کا ذکر ہے، جسکے ضمن میں، احساس اور جبلت ماحول وغیرہ پر مفصل بحثیں ہیں، یہاں تک کتاب کا نظری یا فلسفی حصہ تھا، باب ششم سے آخر تک کتاب کا عملی جزو ہے، باب ششم میں ڈاکٹر مانتی سوری کے طریقہ تعلیم کی توضیح و تشریح ہے، باب ہفتم و ششم میں ان قواعد دماغی پر بحث ہے، جن پر گویا تعلیم و تعلم کا دار و مدار ہے، یعنی توجہ و حافظہ، آخری باب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ تنبیہ و تنجیہ، سزا و ہی و حوصلہ افزائی کا بچوں کی طبالیج پر کیا اثر پڑتا ہے، اور یہ کن کن صورتوں میں اور کس حد تک مناسب ہیں،

ڈاکٹر مانتی سوری کے طریقہ تعلیم کا اصل اصول یہ ہے کہ تعلیم الفاظ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اصل اشیاء کے ذریعہ سے ہونا چاہیے، قدیم طریقہ تعلیم میں بغیر اشیاء خارجی کی وساطت کے اساس التعليم مولفہ منشی عبدالحی نعمت مع دیباچہ، صفحہ ۲۰۲: الناظر یک دیکھنی، چونک لکھنؤ، قیمت غار

طلبہ کو الفاظ اور انکے معانی رٹا دیے جاتے تھے، جس سے انکے ذہن میں کوئی صاف مفہومی کیفیت پیدا نہیں ہونے پائی تھی، کنڈرگارٹن طریقہ تعلیم نے اصلاح کا ایک قدم آگے بڑھایا، اس نے تصاویر، کملون اور نمونوں کے ذریعہ سے اصل شے کی ماہیت طلبہ کے ذہن نشین کرنا چاہی، مانتی سوری کا اصول یہ ہے کہ یہ تصویریں اور کملون بھی کافی نہیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو بچوں کو براہ راست اصل اشیاء سے واقفیت پیدا کرانا چاہیے، فرض کرو، بچہ کے سامنے "انجن" کا لفظ آتا ہے، قدیم طرز کا استاد صرف اسکے معنی بتا دیگا کہ انجن ایک لوہے کی بنی ہوئی خاص قسم کی گاڑی ہوتی ہے جو باقی گاڑیوں کو کہنچتی ہے، اس سے زیادہ ترقی یافتہ صورت یہ ہے کہ انجن کی تصویر بچہ کو دکھا دی جائے، اس سے بھی بڑھکر یہ کہ انجن کا کملونا لاکر بچہ کے سامنے رکھ دیا جائے، مانتی سوری کا طریقہ یہ چاہتا ہے کہ بہت چھوٹی ساخت کے اصل انجن بچہ کے مشاہدہ میں آئیں، جسکے کل پرزے مثل بڑے انجن کے ہوں، اور جو انہیں کی طرح بہا پ کی قوت سے حرکت کریں، اس طریقہ سے بچہ کو ایک دن میں انجن سے جتنی واقفیت ہو سکتی ہے اتنی ساری عمر انجن کے لفظی معانی ازبر کرے رہنے سے نہیں ہو سکتی،

مانتی سوری کا ایک دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بچوں کے کسی فعل میں مداخلت نہ کی جائے، استاد کا کام صرف یہ ہے کہ ایسا سامان بچہ کے گرد و پیش بہم پہنچا دے جس سے وہ از خود تعلیم حاصل کرے، نہ یہ کہ ہر بات اسے بتاتا رہے، قدیم طرز تعلیم میں اور اس میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے اسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے،

مانتی سوری کا سارا نظام تعلیم اسی قسم کے مجتہدانہ اصول و مسائل پر مبنی ہے، مولف اساس التعليم کی یہ خدمت کچھ کم و قیع نہیں کہ اسکی وساطت سے اردو خوان پبلک بھی ان اہم و معرکہ آرا مباحث و نظریات سے مستفید ہو سکیں،



”عصبہ“ جماعت کے معنی میں آتا ہے، ”حکم“ کی جمع احکام، ”کافی“ ہے، ”احکامات“ کی ضرورت نہیں، ”اعصابی انحطاط“ کے بجائے ”عصبی انحطاط“ ہونا چاہیے، ”وقس علیٰ ہذا“۔

(۳) مصطلحات کی فہرست مع انکے انگریزی مرادفات کے ختم کتاب پر ضرور ہونا چاہیے،

کتاب باوجود ان فروگزاشتوں کے بحیثیت مجموعی بہت قابل قدر ہے، اور ہر ایسے شخص پر جو اپنی یا اپنے کسی دوست و عزیز کی اولاد کو تعلیم دلانا چاہتا ہے، یا جسے مسلہ تعلیم سے کچھ بھی دلچسپی ہے، اسکا مطالعہ فرض ہے، ہمیں پورا اعتماد ہے کہ مولف موصوف کی آئندہ کوشش اس سے بہت زیادہ کامیاب ہوگی،

## ارض القرآن حصہ دوم

اس میں بنو ابراہیم یعنی مدین، قوم ایوب، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الرس، انصار، بنو قریظہ، اور قریش کے نسبی، قومی، سیاسی، اجتماعی، اور اخلاقی حالات، تطبیق قرآن مجید و تورات و انما قدیمہ لکھے گئے ہیں، اور عربوں کی قبل از اسلام تجارت، زبان اور مذہب پر نہایت تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ تحقیق و مباحث ہیں، شاید ان ابواب پر اس تفصیل و تحقیق کے ساتھ کسی زبان میں اتنے معلومات یکجا نہ ہونگے، لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ و لایتی ضخامت ۱۵۴ صفحہ قیمت ۱۴/۰

مینجر دار المصنفین

مولف صاحب اگر طبع ثانی میں امور ذیل کا لحاظ رکھیں تو انکی کتاب موجودہ حالت سے بدرجہا زیادہ مفید و دلچسپ بن سکتی ہے، موجودہ ایڈیشن میں افسوس ہے کہ انکا لحاظ نہیں کیا گیا لیکن آئندہ انہیں فروگزاشتوں کی بہ آسانی تلافی ہو سکتی ہے،

(۱) کتاب کی زبان اتنی سلیس و شمسہ نہیں کہ عام ناظرین کو اس سے دلچسپی ہو سکے، مصطلحات سے تو مجبوری ہے وہ تو بہر صورت ایسی ہونگی جو عام ناظرین کو نامانوس معلوم ہوگی، لیکن انکے علاوہ کتاب کا عام طرز بیان زیادہ دلکش اور سنجھا ہوا ہونا چاہیے،

(۲) نفسیات و بعض دیگر علوم متعلقہ کی بہت سی مصطلحات پیشتر سے اردو میں رائج ہو چکی ہیں مولف نے متعدد مقامات پر یہ باتواہنیں چھوڑ کر کوئی جدید اصطلاح استعمال کی ہے یا انہیں کو کسی بالکل جدید مفہوم میں استعمال کیا ہے جس سے ناظرین کے ذہن کے یقیناً وحشت ہوگی،

(۳) مولف نے طریقہ تعلیم، لباس و غذا وغیرہ سے متعلق جہان علی ہدایات دی ہیں، یہ شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان میں بیٹھکر ہندوستانی بچوں کے لئے کتاب لکھ رہے ہیں، (جنہیں امیر و غریب سب شامل ہیں) بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکے مخاطب اہل یورپ ہیں یا صرف وہ ہندوستانی خوشحال گھرانے جنہوں نے یورپین طرز معاشرت اختیار کر لیا ہے، کتنے متوسط و ادنیٰ طبقہ کے ہندوستانی بچے ایسے ہیں جو صبح کے ناشتہ میں دو دو، نیم برشت اندار وے کا حلوا، میلنس فوڈ، مالٹڈ ملک، اور دوسرے اوقات میں انار، انگور، بیجی، نان پاؤ، کھن، استعمال کرینگی قدرت رکھتے ہیں؟ اسی طرح ہندوستانی بچوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ سیلف خانہ داری کی تعلیم خواہ محو از میز کرسی وغیرہ مغربی ہی فرنیچر کے ذریعہ سے حاصل کریں، فرش، قالین، تخت، گاؤتیکہ کی وساطت سے بھی انہیں سادی درجہ کی خوش سلیقگی آ سکتی ہے،

(۴) بعض الفاظ کی صحت نظر ثانی کی محتاج ہے، ”اعصاب کا واحد“ ”عصب“ ”استقل“ ہے،



## ادبیا

از جناب شوکت علی صاحب فانی بی ملے ال ال بی بدین

بل گیا زندان برا ہونا لہ مش بکیر کا  
میری تدبیروں کی شکل اتو یارب سہل کر  
میرے دل سے پوچھتے ہیں آپ کیا وجہ خلش  
عشق کا بھی کیا تصرف ہو کہ دل اب لہنہ  
آپ کی آزدگی بے سبب بھی خوب ہے  
کس نظر سے اُس نے دیکھا اپنے دامن کی طرف  
برق خرمین کی بلا سے کیا رہا کیا جل گیا  
فکر است چھوڑ بیٹھے تم تو راحت مل گئی  
چونک اٹھا گھبرا کے ہر حلقہ مری بیکر کا  
کیا یہ ساری عمر تنگ رہیں تقدیر کا  
یاد ہو گم ہو گیا تھا کوئی پیکان تیر کا  
آئینہ ہو غم کی جینی جاگتی تصویر کا  
کیا مرنے کا ہو تھا عذرا غم بے تقصیر کا  
کانپا ہوا سر زدہ میری خاک و انگیر کا  
جل گیا خرمین میں چھوٹا ہمارا تقدیر کا  
ہے قسمت لیا جو کام تھا تدبیر کا

نامرادی حد سے گذری حال فانی کچھ نہ پیچھ

ہر نفس ہے اک جنازہ آہ بے تاثیر کا

کم ہے یا بڑھ گئی وحشت ترے دیوانوں کی  
فصل گل خیر تو ہو وحشت بین دیوانوں کی  
دل کے تیر تو مجھے یاس کی چیتوں سے مگر  
حسن محمود تغافل ہے ادب شرط وفا  
چشم سانی کی وہ محمود نگاہی، تو بہ!  
دامنوں کی ہر خراب نہ گریبانوں کی  
دامنوں کی خبر آئی نہ گریبانوں کی  
نہ بھی آگ لگاے ہوئے ارماتوں کی  
رہی شرم غم عشق کے افسانوں کی  
آنکھ پڑتی ہی چپکے ہوئے پیمانوں کی

طوق منبت کے بڑا ہو گئی منبت پوری  
اب جفا ہو نہ وفا یا وفا باقی ہے  
دل میں رگ رگ سے کھینچ آئی ہیں لو کی بوندیں  
دعوتیں سینہ فانی میں ہیں پیکانوں کی  
بیریاں موت کا مین ترے دیوانوں کی  
تھی جہان شمع و باغ خاک ہر پردہ ان کی

مانا کہ بات وعدہ فردا پہل گئی  
اس خانہ خراب کی بربادیاں پوچھ  
تم کیوں گئے تھے آئینہ خانہ میں عجباب  
کچھ کر کے چارہ ہارنے تسکین ہی تو ہو  
آتی ہو خاک جادہ ہستی سے بولے دل  
دل کیوں شب فراق تڑپ کر رہ گیا  
ان گردنوں کو روک کہ دل خون ہو گیا  
تعمیر آشیان کی ہو سکا ہے نام برق  
اللہ ری نوک نشتر غم کی گھا دہین  
اور ہو فاجو کل بھی نہ یہ آج کل گئی  
یادش بجز آہ بھی دل سے نکل گئی  
اچھا ہوا کہ شرم و شرارت میں چل گئی  
سفنا تو ہوں کہ اب مری حالت سنبھل گئی  
کس آرزو بھرے کی تمنا کچل گئی  
کیوں اضطراب کیا تری صورت بدل گئی  
اے آسمان ٹہر مری حسرت کچل گئی  
جب ہے کوئی شاخ چنی شاخ جل گئی  
اک اک لو کی بوند پہ ظالم چل گئی

فانی کے دل سے آہ لاقنطو کے بعد

زادہ دل فریبی حسن عمل گئی



# مطبوعات جدیدہ

طریق تسمیہ، علم کیمیا کے اصطلاحات اردو میں کس اصول پر قائم کئے جائیں، اس بحث پر جامعہ عثمانیہ کی طرف سے چودہری برکت علی صاحب بی ایس سی کا ایک رسالہ شائع ہوا ہے، بے شبہ مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ چودہری صاحب کی تحقیق اور طرز اداسے مطالب اور نفس تجویز طریقہ تسمیہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ جامعہ عثمانیہ کو اس کا سیلاب کوشش پر سبک دینی چاہیے اور وہ عین اس توقع کے مطابق ہے جو ملک کو چودہری صاحب کی ذات سے ہے، ایسے خشک اور بے لطف مضمون کو اس فصیح، متین اور دلنشین عبارت میں ادا کیا ہے کہ مٹوس علمی مسئلہ کا بار و بار کو مطلقاً محسوس نہیں ہوتا،

طریق تسمیہ کی نسبت چودہری صاحب کی تجاویز کا حاصل یہ ہے کہ وہ اردو زبان کی اصطلاحات اور ہندوستان کے مزاج السنہ کے مطابق ہوں جو اصناف، صفت اور دیگر صنفی و نحوی تغیرات میں آسانی ہمارا ساتھ دیں، تیسرے یہ کہ ان کے مخففات استعمال کئے جاسکیں یہ رسالہ غالباً معرض فروخت میں نہیں آئیگا،

لالی الحکم، عربی دررگاہوں کے چھوٹے درجن کے لئے عموماً قصہ گمانیوں کے منتہات پڑھائے جاتے ہیں، جو معنوی حیثیت سے کچھ مفید نہیں، مولوی عبد الرحمن صاحب ندوی مدرس مدرسہ الاصلاح سرالمیر نے اس ضرورت کے لئے احادیث نبویہ میں سے مختصر اخلاقی نصائح مختلف عنوانات کے تحت میں جمع کئے ہیں، جنہیں ادبیت کے ساتھ اخلاق و معاشرت کی تعلیم کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے، یہ رسالہ اس لائق ہے کہ لوگ ابتدائی تعلیم ادب کے لئے اسکو اپنے نصاب میں داخل کریں، قیمت ہم،

مجلد سوم

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ مطابق فروری ۱۹۳۹ء

عدد ہفتم

## مضامین

- (۱) شذرات ۳۹۴ - ۳۹۳
- (۲) نظر بنیان اسلام ۳۹۵ - ۴۰۵ سید محمد زکریا
- (۳) معرفت ۴۰۴ - ۴۱۴
- (۴) ابن یمن اور انکی شاعری ۴۱۵ - ۴۲۴ (ابراہیم خاں خاں)
- (۵) فلسفہ لیبان ۴۲۵ - ۴۳۲ عبد السلام ندوی
- (۶) عرب ایک مستشرق کی نگاہ میں ۴۳۳ - ۴۳۵ سید محمد زکریا
- (۷) نامہ پارسی ۴۳۶ - ۴۴۰
- (۸) عفت المسلمات ۴۴۱ - ۴۴۲ سید محمد زکریا
- (۹) ادبیات ۴۴۳ - ۴۴۴
- (۱۰) مطبوعات جدیدہ ۴۴۵ - ۴۴۸

## برکے اور اسکا فلسفہ

از پروفیسر عبد الباقی ندوی

برکے کی معرکہ الآراء تصنیف "مبادی علم انسانی" پہلے شائع ہو چکی ہے اسکے دلچسپ و پر معلومات سوانح زندگی، اسکی فلسفیانہ تصنیفات کی ناقذانہ تلخیص اسکے فلسفہ تصوریات کی تشریح و تنقید اور سلسلہ تصورات کلیہ پر ایک مجتہد نے لکھا کہ کتاب کا مختصر نام صرف "برکے" ہی، خواست ۳۰ صفحہ کا غرض مفید دلائی گمانی چھپائی اعلیٰ قیمت پر